ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
19 تا 25 دسمبر 2002ء

☆ سرحد اور بلوچستان —— کرنے کا ایک اہم کام (اداریہ)
☆ سقوط ڈھاکہ اور ہم (تجزیہ)
☆ مردہ روحیں اور عذاب (مکتوب شکاگو)

جمہوریت کی ناکامی!

''دنیا میں ایسی قومیں بھی ہیں، جنہوں نے اپنے قانون کی بنیاد وحی الٰہی کے بجائے ''عقلِ انسانی'' پر رکھی ہے، اور انسانی تجربہ وقیاس کو اپنے قانون کی اساس بنایا ہے، اور کہیں صرف سردار یا بادشاہ کی شخصی خواہش اور میلانِ طبع قانون کا معیار ہے اور کہیں شخص نے جمہوریت کی شکل اختیار کر لی ہے اور افراد کی کثرت اور قلت، اور کسی طرف رائے دینے والوں کی تعداد کی کمی اور بیشی کو صحت اور غلطی، صواب اور خطا اور حق و باطل کا معیار بنایا گیا ہے۔ یہ افراد و ارکان مختلف اداروں سے چنے جاتے ہیں اور مختلف فرقوں سے منتخب ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگر ذاتی ہوا و ہوس نہ ہو، تو بھی فرقہ وارانہ ہوا و ہوس اور جماعتی تعصب اور فرقوں کا نفع و نقصان قوانینِ جمہور کی بنیاد قرار پاتا ہے اور جمہوریت کے لباس میں شخصیت اور فرقہ واریت صرف اپنے نفع کی خاطر جمہوریت پر حکم نافذ کرتی ہے، اور جمہور کو اس کا پابند بناتی ہے۔

اگر اسلام کے قانون میں مسلم اور غیر مسلم کا ایک فرق بیچ میں حائل ہے تو جمہوری نظام میں ملکی اور غیر ملکی، قوم اور غیر قوم، امیر اور غریب، سرمایہ دار اور مزدور، تجارت پیشہ اور زمیندار، طبقہ اور غیر طبقہ، پارٹی اور غیر پارٹی کے بیسیوں حجابات اور دیواریں حائل ہیں، جن میں سے ہر ایک اس قدر مضبوط ہے کہ اس کا ہٹانا آسان نہیں۔ جب کوئی ''تجویز'' (اسمبلی میں) معرضِ بحث میں آتی ہے تو انسانیت کے نقطۂ نظر سے نہیں، بلکہ ملک، قوم، جماعت، طبقہ، فرقہ اور پارٹی کے نقطۂ نگاہ سے اس کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس کو جمہور کے لئے آیۂ رحمت ثابت کیا جاتا ہے۔

اس جوش و خروش اور قوت اور دلیل سے جو تجویز آیۂ رحمت بن کر منظور ہوتی ہے، اس کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ ہر دوسری مجلس میں وہ بیک دفعہ یا چند منزلوں کے بعد بدل جاتی ہے۔ پھر ایک نئی تجویز اس کی جگہ پر آتی ہے۔ اس کی عمر بھی چند روز سے زیادہ وفا نہیں کرتی۔ آخر وہ بھی فنا ہو جاتی ہے اور تیسری اور چوتھی اور پانچویں تجویز آتی ہے اور اپنی اپنی راہ سے فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ ان تمام تغیرات کی تہہ میں جو ہاتھ کام کرتا ہے، وہ قومی و جماعتی اور شخصی مفاد کا ادل بدل اور تغیر ہے۔ ایک راہ سے جب کسی جماعت کو فائدہ نہیں پہنچتا ہے یا اس کو پہنچتا ہے، دوسرے کو نہیں، تو وہ دوسری راہ سے اس کو ڈھونڈتی ہے، اور جب وہ راہ بھی بند پاتی ہے تو تیسری راہ کی تلاش ہوتی ہے اور یوں ہی پوری عمر آوارہ گردی اور تلاش میں گزر جاتی ہے اور جمہور کو طمانیت کی دولت ہاتھ میں نہیں آتی۔

ان تغیرات کے باوجود جو قانون بنتا ہے، چونکہ وہ صرف ظاہری طاقت پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے اس کے چلانے میں اس کے چلانے والوں کا دل شریک نہیں ہوتا، اس لئے قدم قدم پر اس کے چلانے والوں کے ذاتی مفاد سے ٹکراتا ہے اور بارہا وہ حرص و طمع، غرور و تکبر، ہوا و ہوس، رشوت، ناجائز انتفاع، خوف و ہراس اور مکر و فریب کے بیسیوں خلافِ انسانیت جذبات سے ٹکرا کر چور چور ہو جاتا ہے اور عدل و انصاف کی میزان ہاتھ سے ٹوٹ جاتی ہے۔''

(ماخوذ از سیرۃ النبیؐ، جلد ہفتم، از مولانا سید سلیمان ندویؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ ٥ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ ٥ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ٥ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ٥ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ٥﴾ (آیات: ۱۵۸،۱۶۲)

"بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو حج کرے اس گھر کا یا عمرہ کرے تو کچھ حرج نہیں کہ چکر لگائے ان دونوں کے درمیان اور جو کوئی خوشی سے نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان خوب جاننے والا ہے۔ بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں یعنی روشن دلائل اور ہدایت' اس کے بعد بھی کہ ہم نے کھول کر بیان کر دیا انہیں لوگوں کے واسطے (اپنی) کتاب میں۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ دور کرتا ہے انہیں اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) اور لعنت کرتے ہیں اُن پر لعنت کرنے والے۔ البتہ جو لوگ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور ظاہر کردیں (جو اب تک چھپاتے رہے) تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہوں۔ بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور اس حال پر مرے کہ وہ کافر تھے' یہی وہ لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی۔ اسی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی"۔

اس سے قبل کعبہ کی تعمیر' طواف اور اعتکاف کا ذکر آ گیا تھا۔ حج کے مقامات میں صفا اور مروہ بھی ہیں جن کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔ یہ دونوں پہاڑیاں اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ شعائر وہ چیز ہوتی ہے جس کے ساتھ کوئی ایسی یاد وابستہ ہو جس سے دل اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ یہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ حضرت ہاجرہ کی اس بے چینی کی یاد ہے جب وہ اپنے بچے اسماعیل کی پیاس بجھانے کے لئے پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کے درمیان دوڑ رہی تھیں کہ کوئی فرد بشر نظر آ جائے جس سے پانی کا سراغ لگایا جا سکے۔ حضرت ابراہیمؑ اس ماں بیٹے کو یکہ و تنہا اس بیابان میں بحکم خدا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پانی کا جو مشکیزہ وہ رکھ گئے تھے وہ ختم ہو گیا' اب پانی نہ تھا اور بچہ اسماعیل پیاس سے ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔ پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ کا صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا چکر لگانا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ حج اور عمرہ کرنے والوں کے لئے سعی کو لازم قرار دے دیا گیا کہ جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے۔ یہ اس لئے کہا کہ انصار مدینہ کفر کے زمانہ میں صفا اور مروہ کے طواف کو برا جانتے تھے۔ لہٰذا اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا اور مروہ کا طواف کچھ گناہ کا کام نہیں۔ جو کوئی خیر چاہتا ہے اور خوشی کے ساتھ بھلائی کی طرف لپکتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے عمل کی قدر کرنے والا ہے اور خوب جاننے والا ہے۔

آگے پھر اہل کتاب کے حوالہ سے بات آئی کہ کہیں اس نئی امت کے علماء بھی وہی روش اختیار کرلیں جو اہل کتاب کے علماء نے اختیار کی تھی کہ وہ اللہ کے احکام کو چھپاتے تھے۔ لہٰذا یہاں فرمایا کہ جنہوں نے اللہ کی باتوں کو چھپایا جو ہم نے لوگوں کے لئے پہلے کتابوں میں واضح کردی تھیں یا اب قرآن میں بیان کر رہے ہیں تو ایسے لوگوں پر لعنت کرے گا اللہ اور تمام لعنت کرنے والے ان پر لعنت کریں گے سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں اور ان حقائق کو کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کردیں۔ ایسے لوگوں پر میں اپنی عنایتوں کے ساتھ متوجہ ہو جاؤں گا اور ان کی توبہ قبول فرمالوں گا۔ لیکن اس کے برعکس جو توبہ نہیں کرتے یقیناً وہ لوگ کفر پر اڑ گئے ہیں اور وہ مرے بھی تو کفر کی حالت میں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی اور تمام فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے' وہ اسی لعنت میں گرفتار رہیں گے۔ ان کے عذاب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی بلکہ عذاب ان پر بڑھتا ہی جائے گا پھر انہیں کوئی مہلت بھی نہیں ملے گی کہ عذاب میں کوئی وقفہ ہو جائے اور انہیں سانس لینے کا موقع ہی مل جائے۔

خونِ مسلم کی حفاظت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلٰثٍ اَلثَّیِّبُ الزَّانِیْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِکُ دِیْنِہٖ اَلْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ (رواہ البخاری)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون بہانا حلال نہیں' سوائے ان تین چیزوں میں' یعنی کوئی شادی شدہ ہو کر زنا کرلے' کسی کو قتل کردے' اپنے دین اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جائے"۔

مسلم کی جان بہت قیمتی ہے حتیٰ کہ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمام آسمان و زمین والے مل کر کسی مومن کو قتل کریں تو ان سب کو خدا اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دے گا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ خدا کے نزدیک ساری دنیا کا ختم ہو جانا ایک مسلمان کے قتل ہو جانے کے مقابلہ میں بہت ہی بے حقیقت ہے۔ اس لئے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون بہانا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

وہ مسلمان جو شادی شدہ ہو اور زنا کا مرتکب ہو تو اسے عدالت اور حاکم کے ذریعے قتل کرنا جائز ہوگا۔ دوسرا سبب مسلمان کا خون بہانے کے جائز ہونے کا یہ ہے کہ وہ کسی کو قتل کر دے تو اس کے بدلہ میں اسے قتل کیا جائے گا۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ وہ اسلام سے پھر جائے یعنی کفر میں واپس چلا جائے (مثلاً اسلام کے عقائد کا انکار کرے یا اسلام کی کسی چیز کا استہزاء اور مذاق اڑائے) یا آج تک امت مسلمہ جس چیز کو اسلام کی چیز سمجھتی آئی اس کا انکار کردے (جیسے ختم نبوت کا مسئلہ ہے)۔ البتہ مرتد کو پہلے سمجھایا جائے اور اسلام میں واپس آنے کی دعوت دی جائے اگر اسلام قبول کرلے اور اپنے غلط عقیدہ سے باز آ جائے تو بہت اچھا ہے ورنہ قتل کردیا جائے۔

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 11 شمارہ 50

19 تا 25 دسمبر 2002ء

(۱۴ تا ۲۰ شوال ۱۴۲۳ھ)

○

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: سید قاسم محمود، مرزا ایوب بیگ

سردار اعوان، محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

○

پبلشر: محمد سعید اسعد مختار، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

○

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ

..........1500 روپے

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ

..........2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

سرحد اور بلوچستان ـــــ کرنے کا ایک اہم کام

اخباری اطلاعات کے مطابق صوبہ سرحد میں متحدہ مجلس عمل کی حکومت نے غیر اسلامی شعائر کے خلاف کریک ڈاؤن کا آغاز کر دیا ہے۔ صوبے میں موجود چار شراب فیکٹریوں اور متعدد جوا خانوں پر بلڈوزر چلا دیئے گئے ہیں' سینماؤں سے ہیجان خیز پوسٹر اتار لئے گئے ہیں اور پابندی لگا دی گئی ہے کہ آئندہ سینماؤں کے باہر صرف فلم اور ایکٹروں کے نام لکھنے کی اجازت ہو گی' تصویری پوسٹر ہرگز برداشت نہیں کئے جائیں گے ـــــ اسی طرح بلوچستان کی حکومت نے بھی نہ صرف یہ کہ فحاشی کے خلاف کارروائی کرنے اور منی سینما گھر ختم کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے بلکہ صوبہ بلوچستان میں مولانا مفتی محمودؒ کی 22 اصلاحات کے نفاذ کا فیصلہ بھی کیا ہے۔

یہ تمام فیصلے اور اقدامات خوش آئند بھی ہیں اور توقع کے مطابق بھی۔ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا حکومتی سطح پر اہتمام ایک اسلامی معاشرے میں ازبس ضروری ہے۔ ان اقدامات کے حوالے سے زیادہ سے زیادہ اس امر میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے کہ ایم ایم اے کی حکومت ترجیحات کا تعین درست طور پر کر پائی ہے یا نہیں! ـــــ بعض لوگوں کی رائے یہ ہو سکتی ہے کہ عدل و انصاف کو یقینی بنانا' عوام کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنا' معاشی ظلم و جبر کے خاتمے کی طرف توجہ دینا اور زکوۃ کے نظام کو بہتر بنا کر اس کی درست تقسیم کو یقینی بنانا اولین توجہ کے متقاضی تھے' تاہم اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اب تک جو اقدامات کئے گئے ہیں اور جن اقدامات کا عزم ظاہر کیا گیا ہے وہ یقیناً اصلاحِ معاشرہ اور نفاذ شریعت کے وسیع تر عمل کا ایک حصہ ہیں ـــــ جہاں تک مولانا مفتی محمودؒ کی مرتب کردہ 22 اصلاحات کا تعلق ہے' اس کی تفصیلات اگرچہ ہمارے سامنے نہیں ہیں لیکن یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ وہ اصلاحات بھی یقیناً دین و شریعت کے نفاذ کے حوالے سے مثبت پہلو کی حامل ہوں گی اور ان کا نفاذ معاشرہ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے ضمن میں مفید و موثر ثابت ہو گا۔ ہم صوبہ سرحد و بلوچستان میں قائم متحدہ مجلس عمل کی حکومت کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ناموافق حالات میں نفاذ شریعت کے اس کڑے امتحان میں سرخرو فرمائے اور انہیں توفیق دے کہ وہ اپنی مخلصانہ کاوشوں اور حسنِ تدبیر و عمل سے ان دو صوبوں میں نفاذ شریعت کی برکات کا وہ نمونہ پیش کر سکیں کہ پھر پاکستان کے دیگر صوبے بھی ان کی تقلید کرنے پر مجبور ہو جائیں اور پورے پاکستان کے حوالے سے فی الواقع مصور پاکستان کا یہ خواب ایک زندہ حقیقت بن جائے کہ ؎

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اور

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

☆ ☆ ☆

متحدہ مجلس عمل کے لئے ہمارا ایک پُرخلوص مشورہ یہ ہے کہ وہ سرحد و بلوچستان میں ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کے اہم دینی فریضے کی ادائیگی کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ عوام میں صحیح دینی فکر کی آگہی اور شعور کو اجاگر کرنے کا موثر سامان بھی ضرور کریں ـــــ نظامِ جمعہ کے حوالے سے علماء کرام کے پاس دینی نقطہ نگاہ سے عوام کی تعلیم و تربیت کا ایک نہایت موثر ذریعہ اور پلیٹ فارم موجود ہے۔ یہ وہ عظیم نظام ہے جو در اصل امت میں تعلیم قرآن کے ایک محکم نظام کے طور پر تشکیل دیا گیا تھا اور اس میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ ''کھنڈر بتا رہے ہیں عمارت عظیم تھی۔'' اس بنے بنائے پلیٹ فارم کو صحیح طور پر بروئے کار لا کر قرآن و سنت کی تعلیمات کے ذریعے عوام کی فکری و عملی رہنمائی کا خاطر خواہ انتظام کیا جا سکتا ہے۔ شریعت پر عمل پیرا ہونے کی خاطر جہاں عوام کو ضروری فقہی مسائل سے روشناس کرانا ضروری ہے وہاں دین و شریعت پر انشراحِ صدر کے حصول کی خاطر عوام الناس اور بالخصوص پڑھے لکھے طبقات کی ذہنی و فکری تربیت کا مناسب اہتمام بھی ناگزیر ہے۔ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے غلط افکار و نظریات جو قریباً سب کے سب انکارِ خدا اور مادہ پرستانہ نقطہ نظر پر مبنی ہیں' پڑھے لکھے طبقات کے ذہنوں کو پراگندہ کئے ہوئے ہیں۔ فکرِ قرآنی کی شمشیر سے ان باطل نظریات کا قلع قمع کر کے توحید پر مبنی مثبت انقلابی فکر کی ذہنوں میں آبیاری کئے بغیر ملک میں کسی موثر اور پائیدار تبدیلی کی توقع کرنا اور پورے ملک میں اسلامی نظام کے غلبہ و قیام کی آرزو کرنا حقیقت پسندانہ اور دانشمندانہ سوچ کا مظہر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ہمیں یقین ہے کہ ہمارے یہ دینی راہبر اگر اس جانب خاطر خواہ توجہ دیں تو نہ صرف یہ کہ صوبہ سرحد و بلوچستان میں نفاذ شریعت کے عمل کو زیادہ موثر بنایا جا سکتا ہے بلکہ پورے پاکستان میں اسلام کے غلبہ و قیام کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو ان شاء اللہ یہ چیز اسلام کے عالمی احیاء کا پیش خیمہ ثابت ہو گی۔ اللھم وفقنا لھذا

ملک گیری کی ہوس کے تحت سیاست کرنا فرعونیت کا مظہر ہے

اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اپنی لیاقت ومحنت کا حاصل سمجھنا قارونیت ہے

دنیا میں برتری اور فساد کے طالب دارِ آخرت سے محروم رہیں گے

داعیٔ قرآن کے لئے جنت کے راستے کی بشارت دی گئی ہے

صرف رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر کی جانے والی نیکی ہی مقبول ہوگی

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 13 دسمبر 2002ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطابِ جمعہ کا اصل مقصد تذکیر بالقرآن ہے۔ یہ تعلیمِ قرآن کا ایک ذریعہ ہے۔ اس اعتبار سے اجتماعِ جمعہ کا نظام یقیناً اپنی جگہ بڑا محکم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اسے بھی ایک رسم بنا دیا ہے۔ اس کی اصل روح کہیں شاذ ہی ملتی ہے ورنہ یہ ایک بے جان ڈھانچہ ہے جو روح سے خالی ہے۔ لیکن ڈھانچہ بہرحال موجود ہے جس میں اگر روح پھونک دی جائے تو پھر سے وہ کیفیات پیدا ہوسکتی ہیں جو مطلوب ہیں۔

آج تذکیر ہی کی غرض سے ہم سورۃ القصص کے آخری رکوع کا مطالعہ کریں گے۔ سورۃ القصص 20ویں پارے میں ہے۔ اس کا بڑا حصہ حضرت موسیٰؑ کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ خاص طور پر بچپن کے حالات کا ذکر ہے جب فرعون کے خوف سے ان کی والدہ نے انہیں لکڑی کے ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا جبکہ وہ ایک شیر خوار بچے تھے اور اس طرح اللہ نے فرعون کے محل میں حضرتِ موسیٰؑ کی پرورش کا سامان کیا۔

آخری رکوع سے پہلے رکوع میں بھی حضرت موسیٰؑ کی قوم کے ایک فرد کا ذکر ہے جسے دنیا قارون کے نام سے جانتی ہے۔ 9 رکوعوں میں سے گویا اکثر حصہ حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے احوال پر مشتمل ہے۔ آخری رکوع میں زیادہ تر خطاب حضور ﷺ سے ہے۔ فرمایا:

"وہ جو دارِ آخرت ہے اسے ہم نے تیار کیا ہے ان لوگوں کے لئے جو نہ تو زمین میں برتری چاہتے ہیں اور نہ فساد۔ اور بہتر انجام تو متقین ہی کے لئے ہے۔"

یہ آیت تبصرہ ہے قارون کے انجام پر کہ اسے اس کے مال و دولت سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ لوگ کہ جو اس سے پہلے اس کے مال و دولت پر رشک کرتے تھے انہیں اس کے حسرتناک انجام کا مشاہدہ کرانے کے بعد بتایا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

اس آیت میں دارِ آخرت کے حوالے سے دو Disqualifications بیان کی گئی ہیں یعنی وہ جو دارالآخرت ہے اس سے دو قسم کے اشخاص ہمیشہ کے لئے محروم کر دیئے گئے۔ ایک وہ جو دنیا میں برتری چاہتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو دنیا میں فساد کا طالب ہو۔ اسی سورۃ میں ان دونوں قسم کے لوگوں کی بڑی عمدہ وضاحت موجود ہے۔ "علوّ" کے لئے اس سورۃ کے شروع میں ایک مثال آئی ہے جہاں فرعون کے حوالے سے تذکرہ کیا گیا ہے کہ:

"فرعون (وہ شخص تھا جو) زمین میں علو (برتری) کا طالب ہوا تھا۔"

اس نے چاہا تھا کہ اپنی خدائی کا سکہ جمائے۔ وہ سب کو اپنے تابع رکھ کر ان کا حاکم اور خدا بننا چاہتا تھا۔ یہی "علوّ" ہے جب انسان اپنی برتری اور بالادستی چاہتا ہے کہ میرا ہی قانون چلے' میں ہی سیاہ و سفید کا مالک بن جاؤں' سب میرے تابع ہو جائیں۔ اس سوچ سے فتنہ وفساد جنم لیتا ہے۔ اسی سورۃ میں فساد فی الارض کے حوالے سے خاص طور پر قارون کے کردار کو اجاگر کیا گیا ہے۔

علواً فی الارض سیاسی بالادستی سے تعلق رکھتا ہے جس کی بنیاد ہوسِ ملک گیری ہے۔ جبکہ معاشی اعتبار سے جو فتنہ انسان میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سارا کچھ مجھے مل جائے' اگر کچھ لوگ محروم ہیں تو ہوتے رہیں' میں نے جو مال اپنی لیاقت اور محنت سے کمایا ہے میں انہیں کیوں دوں۔ یہ قارونیت ہے۔ چنانچہ قارون کے ذکر میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"قارون موسیٰؑ کی قوم میں سے تھا اور اس نے سرکشی کی۔ اور ہم نے اسے وہ خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں اٹھانے کے لئے بھی ایک مضبوط دستہ درکار تھا۔ جب اس سے اس کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ اکڑو مت' اللہ تعالیٰ اکڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو کچھ بھی تمہیں اللہ نے دیا ہے اس کے ذریعے آخرت کمانے کی فکر کرو' اور زمین میں فساد کے طالب نہ بنو' اللہ تعالیٰ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

یہ سوچ فساد کی بنیاد ہے کہ یہ میرا مال ہے' میں حلال سے یا حرام سے جیسے چاہوں کماؤں اور جہاں چاہوں خرچ کروں۔ اس سوچ سے Haves اور Have nots کی خلیج زیادہ نمایاں ہوتی ہے اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ محروم طبقات ان سرمایہ داروں کے پیٹ چاک کرتے ہیں اور گلے کاٹنے پر اتر آتے ہیں۔ فرعونیت اور قارونیت ہر دور میں رہی ہے اور آج بھی ہے۔ ملکی انتظام چلانے کی خاطر سیاست میں آنا کوئی جرم نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کیا کرتے تھے یعنی ملکی معاملات کیسے چلنے چاہئیں' عوام کو زیادہ سے زیادہ مفادات پہنچائے جائیں' معاشرے میں دولت کی نامنصفانہ تقسیم نہ ہو' یہ اپنی جگہ انتہائی خیر کا کام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص سیاست اس لئے کر رہا ہے کہ وہ اقتدار کا بھوکا ہے' چاہتا ہے کہ لوگ اس سے جھک کر ملیں' اس کا حکم چلے' اسے دوسروں پر بالادستی حاصل ہو جائے تو دراصل اس کے اندر فرعونیت کے جراثیم موجود ہیں' خواہ وہ بظاہر عوام کی بہبود کے نام پر سیاست کر رہا ہو یا اسلام کے غلبہ و قیام کے عنوان سے ملکی سیاست میں سرگرم عمل ہو۔ قرآن مجید نے صاف کہہ دیا ہے کہ ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ دوسرا شخص وہ ہے جس کی ذہنیت قارون والی ہے۔ ان دو وجوہات کی وجہ سے زمین میں فساد پھیلتا ہے۔

آگے فرمایا کہ آخرت تو متقین کے لئے ہے۔ یہ متقی کون لوگ ہیں؟ قرآن مجید میں سورۃ النازعات کی ایک آیت میں اس کی بہترین تعبیر کی گئی ہے:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ ......﴾

"یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے اپنی خواہشات نفسانی کو لگام دیئے رکھی (وہ متقی ہے)۔"

یہ ہے تقویٰ کی بنیاد کہ جو شخص اس دنیا میں اس بات سے ڈرتا رہا کہ ایک دن اُسے اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا ہے' وہاں کیسے میں اپنے اعمال کی جواب دہی کروں گا اور اس وجہ سے اس نے اپنی خواہش نفس کو لگام دے کر رکھا تو ایسے ہی لوگوں کے لئے آخرت کی نعمتیں اور اعزازت تیار کئے گئے ہیں۔ سورۃ طور میں ہے کہ اہل جنت ایک دوسرے سے سوال کریں گے کہ تمہیں کیسے یہ کامیابی مل گئی تو وہاں ان کا قول نقل ہوا ہے:

"ہم اس سے پہلے اس دنیا میں اپنے گھر والوں میں رہتے ہوئے بھی اس دن سے خوف زدہ رہتے تھے۔"

یہ ہے تقویٰ' جنہیں اس دن کا خیال نہیں ان کے لئے وہاں کوئی حصہ نہیں۔ اگلی آیت میں فرمایا:

"جو شخص کوئی خیر بھلائی لے کر آئے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا تو اسے بدلے میں وہی ملے گا جو اس نے کیا۔"

کہ اس دنیا میں آخرت کمانے کا بہترین موقع ہے کہ یہاں اگر انسان نیک کام کرے تو اس کا اجر کئی گنا اضافے کے ساتھ آخرت میں ملے گا۔ اگلی آیت میں خاص طور پر حضور ﷺ سے خطاب ہے:

"بے شک وہ ذات جس نے آپؐ پر اس قرآن (کی دعوت) کو فرض کیا ہے وہ آپؐ کو لوٹائے گا ایک بہترین انجام کی طرف۔"

اس آیت کی تفسیر میں بہت سے اقوال ہیں۔ شان نزول کے طور پر اکثر مفسرین نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ آنحضور ﷺ جب ہجرت مدینہ کے لئے مکہ سے نکلے تو ایک ہوک سی دل میں اٹھی کہ میں بیت اللہ کو چھوڑ کر جا رہا ہوں' معلوم نہیں اس کی طرف واپسی ہو گی کہ نہیں۔ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی ہے اور آپؐ کو تسلی دی گئی کہ ایک وقت آئے گا جب آپؐ یہیں لوٹیں گے۔ اس وقت تو دعوت دین کی جدوجہد کا تقاضا یہ ہے کہ آپؐ کو یہاں سے ہجرت کرنا پڑ رہی ہے اور اس بیت اللہ کو چھوڑ کر جانا پڑ رہا ہے جس سے آپ شدید محبت رکھتے تھے۔

معاد کا مطلب ہے انجام' بعض مفسرین نے اس سے موت مراد لی' بعض نے جنت۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے کہ وہ بھی آپؐ کے زیرنگیں اور مسلمانوں کے زیر تسلط آ جائے گا۔ لیکن اصل میں اس کا حاصل "بہترین انجام" ہے۔ یہ ایک مسلسل سفر ہے بہتر سے بہترین کی طرف۔ آپؐ کو آپؐ کا رب وہ کچھ دے گا کہ آپؐ راضی ہو جائیں گے۔

اسی میں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ قرآن مجید کی دعوت کو عام کرنا اور پھیلانا' یہ اپنی جگہ انتہائی محمود کام ہے۔ یہ کام آپؐ کا فرض منصبی تھا اور اب یہ اُمت کی ذمہ داری ہے۔ جو شخص بھی اس فریضے کی ادائیگی میں لگ جائے اور داعی قرآن بن جائے اس کے لئے احادیث میں بشارت موجود ہے۔ فرمایا:

"جس شخص نے اس کی بنیاد پر کوئی بات کہی اس نے سچ کہا' جس نے اس کی بنیاد پر فیصلہ دیا اس نے عدل کیا اور جس نے لوگوں کو قرآن کی طرف بلایا اسے سیدھے راستے کی ہدایت مل گئی۔"

گویا آنحضور ﷺ گارنٹی دے رہے ہیں کہ جو شخص قرآن کا داعی بن جائے' جو اس مشن میں آنحضور ﷺ کا ساتھی بن گیا تو اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت مل گئی۔ وہی سیدھا راستہ جو بہترین انجام یعنی جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔

مشرکین کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ کر لے آئے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ اللہ کی طرف سے آیا ہے۔ حالانکہ قرآن نے انہیں چیلنج بھی کیا ہے کہ تم بھی اگر کر سکتے ہو تو لے آؤ ایسا کلام۔ لیکن اس چیلنج کو بھی قبول کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ سے کہلوایا جا رہا ہے کہ کہہ دیجئے کہ "میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون ہے جو بھٹکا ہوا ہے"۔

اگلی آیت میں بھی خطاب آنحضور ﷺ سے ہے کہ:

"اے نبیؐ! آپؐ تو اس بات کے امیدوار نہیں تھے کہ یہ کتاب آپؐ پر القاء کی جاتی مگر یہ تو آپؐ کے رب کی آپؐ پر رحمت ہے۔ تو اے نبیؐ! ہرگز اب آپؐ کافروں کے حمایت کرنے والے نہ بنئے گا۔ اور اے نبی آپؐ کو یہ روکنے نہ پائیں اللہ کی آیات سے جب کہ وہ آپؐ پر نازل ہو چکی ہیں۔"

یعنی ان کی باتوں میں آ کر کہیں آپؐ سوچیں کہ کچھ لچک دکھا دی جائے' کچھ ان کے بتوں کے بارے میں بھی خیر سگالی کے طور پر کلمۂ خیر کہہ دیا جائے تا کہ شاید ان کے دل نرم پڑ جائیں اور یہ ہماری بات سنیں۔ ہرگز کسی اعتبار سے آپؐ ان کے جال میں نہ آئیں۔

اللہ کی آیات سے روکنا دو اعتبارات سے ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے احکامات پر عمل سے آپ کو روک نہ دیں یا اس کلام اللہ کی دعوت و تبلیغ سے آپ کو روکنے نہ پائیں۔ لہٰذا آگے فرمایا:

"آپؐ دعوت دیتے رہئے اپنے رب کی جانب اور ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ بنئے۔"

گویا اگر مخالفین کے دل میں کوئی خیال تھا کہ شاید ہمارے دباؤ کے تحت یہ کچھ لچک ہمارے معبودوں کے بارے میں دکھا دیں تو انہیں سنا دیا گیا کہ اس کا امکان ذہن سے نکال دو۔ اور مزید فرمایا:

"اور اللہ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو مت پکاریئے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔"

مشکل کشا وہی ہے' کل اختیار اسی کے ہاتھ میں ہے لہٰذا کسی اور کو نہ پکارا جائے۔ یہی ایمان کا حاصل ہے کیونکہ:

"ہر شے فنا ہونے والی ہے سوائے اس کے رخ انور کے۔"

یہ دنیا عارضی ہے' ہر شے کے لئے فنا ہے' سوائے ذات باری تعالیٰ کے۔ یہی بات سورۃ الرحمٰن میں بھی آئی ہے:

"اس زمین پر جو کچھ بھی ہے فنا ہونے والا ہے۔ باقی رہنے والی ذات اللہ کا روئے انور ہے۔ وہ نہایت صاحب عزت و اکرام ہے۔"

اس آیت مبارکہ کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا کہ عمل بھی وہی باقی رہے گا جو صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا گیا ہو۔ بظاہر کوئی آدمی بڑے خیر کا کام کر رہا ہو لیکن مقصد یہ ہو کہ اپنا کوئی دنیاوی کام بن جائے' یا شہرت اور ریاکاری مقصود ہو تو چاہے کتنا بڑا خیر کا کام ہو اللہ کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ تین افراد کا معاملہ عدالت اخروی میں پیش ہو گا۔ ایک نے اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کیا اور شہید ہو گیا' دوسرا وہ جسے اللہ نے مال و دولت سے نوازا اس نے اللہ کی راہ میں خوب خرچ کیا' تیسرا وہ جسے اللہ نے دین کا علم عطا کیا تھا اور وہ علم اس نے خوب عام کیا۔ تینوں کا معاملہ جب اللہ کے سامنے آئے گا تو شہید کہے گا میں نے تیرے راستے میں جان دی' دولت مند کہے گا جو تو نے دیا تھا وہ میں نے دونوں ہاتھوں سے فی سبیل اللہ خرچ کیا اور عالم کہے گا کہ میں نے علم دین خوب پھیلایا تو تینوں کو یہ جواب ملے گا کہ یہ سب کچھ تم نے اس لئے کیا تا کہ تمہاری شہرت ہو' تمہارے کارناموں کا چرچا ہو جائے' وہ ہو چکا۔ تمہارا مقصود تمہیں دنیا میں مل چکا ہے۔ اب یہاں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

سورۃ القصص کا اختتام ان الفاظ مبارکہ پر ہوتا ہے:

"حکم اسی کا چلتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

حکومت و اقتدار کا اصل مالک اللہ ہے۔ انسان کو یہ جو تھوڑا سا اختیار دیا گیا ہے یہ آزمائش کے لئے ہے اور اس امتحان گاہ سے گزر کر بالآخر سب نے اس اللہ کے یہاں پہنچ جانا ہے۔ OO

سقوطِ ڈھاکہ اور ہم

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

سقوطِ غرناطہ' سقوطِ بغداد اور سقوطِ ڈھاکہ عالم اسلام کی تاریخ کے سیاہ ابواب ہیں جن کی سیاہی تا قیامت نہیں دھل سکتی۔ تاریخ کا اگر سرسری سا جائزہ بھی لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان سانحات کی بنیادی وجوہات ایک جیسی تھیں۔ لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان عبرت حاصل کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ان سانحات پر بہت مرثیے کہے گئے لیکن ان سے سبق حاصل نہ کیا گیا۔ حکمرانوں کی عیاشیاں' اقتدار و اختیار کی اندھی ہوس اور اس کی خاطر دشمنانِ ملت سے ساز باز اور محلاتی سازشیں' زر و زن کی خاطر بے رحمانہ قتل و غارت اور مار دھاڑ' ان سانحات کی بنیاد بنے۔

سقوطِ غرناطہ اور بغداد پر وقت نے بہت سے دبیز پردے ڈال دیئے ہیں لیکن سقوطِ ڈھاکہ تو کل کی بات ہے۔ اسے قوم کی بدقسمتی ہی کہا جائے گا کہ قیامِ پاکستان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہوئے عمر کے ساتھ ساتھ قائداعظم کی بیماری میں بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ مہاجروں کے لٹے پٹے قافلوں نے بابائے قوم کو خون کے آنسو رلا دیا اور ہر لحظہ قانون اور آئین کے مطابق زندگی گزارنے والی شخصیت اپنی شدید ترین خواہش کے باوجود آئین سازی کی طرف کوئی پیشرفت نہ کر سکی۔ قائد کی آنکھیں بند ہوتے ہی بلی چوہے کا ایسا کھیل شروع ہوا جس کا انجام سقوطِ ڈھاکہ کی صورت میں نکلا۔ جس ریاست کے قیام میں ہزاروں جانوں کا نذرانہ پیش کیا گیا تھا اور لاکھوں عورتوں کی بے حرمتی ہوئی تھی وہ دولخت ہو گئی۔ سیاستدان' فوج' عدلیہ' بیوروکریسی اور دینی رہنما سب کے سب اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں ناکام رہے۔ سیاستدان قلابازیاں لگاتے رہے۔ راتوں رات اسمبلی کے اندر نئی نئی جماعتیں جنم لیتیں۔ یہ سیاستدان ایک دوسرے کے خلاف شکایتیں لے کر G.H.Q جاتے اور اپنے سیاسی مخالفوں کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی فوج کو ترغیب دیتے۔ وہ بنگال جہاں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی تھی' جس کی حیثیت تحریک پاکستان میں ہراول دستہ کی تھی اور جس بنگال نے 1940ء کی قراردادِ لاہور میں بڑے جوش و جذبہ سے Independent Muslim States کی جگہ Independent Muslim State کی ترمیم کروائی تھی یعنی مسلم ریاستوں کے لفظ کو مسلم ریاست کے لفظ سے تبدیل کروایا تھا' اس بنگال نے پاکستان سے ایسی نفرت کا اظہار کیا کہ اسے الفاظ کا لبادہ نہیں اڑھایا جا سکتا۔ وہ مسلم لیگ جو بنگالیوں کے دلوں میں بستی تھی صرف سات سال میں نئے قائم ہونے والے جگتو فرنٹ سے بری طرح شکست کھا گئی اور اس کا بنگال میں صفایا ہو گیا۔ اس نفرت کی بنیادی وجہ یہ بنی کہ فوجی حکومت ساڑھے دس سال مسلط رہی۔ فوج کا تعلق زیادہ تر پنجاب اور سرحد سے تھا اگرچہ پنجاب اور سندھ بھی عوامی نمائندگی سے محروم تھے لیکن بنگال کے عوام نے اپنی اس محرومی کی وجہ مغربی پاکستان کو قرار دیا۔ فوج نے کبھی خود کو حکومت کا تابع نہ سمجھا۔ فوج کے سربراہ ایوب' یحییٰ' ضیاء الحق اور پرویز مشرف نے قومی مفاد اور ملکی حالات کو عذر بنا کر اس آئین کو پاؤں تلے روند دیا جس کے تحت خود انہوں نے حلف اٹھایا تھا۔ ہر فوجی آمر نے اپنی ذات اور پاکستان کو لازم و ملزوم ٹھہرایا۔ جنرل ایوب کے دورِ حکومت میں یقیناً بعض اچھے کام ہوئے اور ظاہری طور پر یہ ترقی اور امن کا دور نظر آتا ہے لیکن اسی دور میں پاکستان کو توڑنے کے بیج بوئے گئے اور علیحدگی کی تحریک چلی جسے پاکستان کے ازلی دشمن بھارت نے پورا پورا استعمال کیا اور پاکستان کو توڑنے کے لئے مالی و عسکری وسائل اور افرادی قوت مہیا کی۔ یہاں اصل قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ ایوبی دور میں ملک بھر خصوصاً مشرقی پاکستان میں صنعتوں کا جال بچھایا گیا جس سے عوام کو روزگار حاصل ہوا اور امن و امان کی صورتِ حال بھی اگر قابلِ رشک نہیں تو قابلِ اطمینان اور تسلی بخش ضرور تھی پھر عوامی بغاوت نے کیوں سر اٹھایا۔ اس کی دو بنیادی وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ عوام کو سیاسی حقوق اور نمائندہ حکومت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ جہاں تک روزگار کی فراہمی اور امن و امان کا تعلق ہے انگریز کا دورِ حکومت اس لحاظ سے کہیں بہتر تھا لیکن جان' مال اور عزت کی قربانی دے کر اس دور سے نجات حاصل کی گئی تھی اور بنگالیوں کے لئے فوجی حکومت بھی بدیسی تھی۔ فوجی حکومت نے خود کو عوامی ثابت کرنے کے لئے مسلم لیگ میں نقب لگائی لیکن تخریب کاری اور توڑ پھوڑ کے سوا کچھ حاصل نہ کر سکی اور کنونشن مسلم لیگ کبھی عوامی جماعت نہ بن سکی۔

اس پاکستان کو جسے مسلمانانِ برصغیر نے بے شمار قربانیوں سے قائم کیا تھا اسے بچانے میں عدلیہ نے بھی اپنا کردار ادا نہ کیا بلکہ یہ کہنا یقیناً درست ہوگا کہ سیاسی مقدمات کا فیصلہ سناتے ہوئے عدلیہ ترغیب اور دباؤ کا شکار ہو گئی جس سے پاکستان کے دولخت ہونے کے عمل میں تیزی آئی۔ اگر مولوی تمیز الدین کیس کا فیصلہ دباؤ کی بجائے میرٹ پر کیا جاتا تو آج پاکستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔ ایوب خان کو اقتدار پر قبضہ کر لینے سے عدلیہ روک تو نہیں سکتی تھی لیکن ایوب خان کے ایوانِ اقتدار میں داخل ہونے پر عدالت عالیہ اور عدالتِ عظمٰی کے جج حضرات بالاتفاق کرسیاں خالی کر دیتے تو آئندہ کسی طالع آزما کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوتی کہ آئین کیا ہے محض سولہ صفحات پر مشتمل دستاویز' جب چاہوں اسے پھاڑ کر پھینک دوں۔

سقوطِ ڈھاکہ میں بیوروکریسی نے بھی رول ادا کیا۔ مغربی پاکستان خصوصاً پنجاب کے افسران جب مشرقی پاکستان ٹرانسفر ہوتے تو ان میں سے اکثر و بیشتر کا رویہ حاکمانہ اور جابرانہ ہوتا جس سے بنگالیوں میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ سفید حکمرانوں کی جگہ کالے حکمرانوں نے لے لی۔ ہم پہلے بھی غلام تھے' اب بھی غلام ہیں۔

آغاز میں راقم نے تحریر کیا ہے کہ سقوطِ ڈھاکہ کی دو بنیادی وجوہات تھیں لیکن ذکر صرف ایک کا کیا اور وہ یہ کہ مشرقی پاکستان کے بھائی سمجھتے تھے کہ انہیں سیاسی حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے اور ان پر ایسی فوج حکومت کر رہی ہے جس کا تعلق مغربی پاکستان سے ہے۔ سقوطِ ڈھاکہ کی دوسری بنیادی اور اہم تر وجہ یہ تھی کہ جس نظریہ اور نعرہ کی بنیاد پر پاکستان قائم کیا گیا تھا اس کی طرف عملی طور پر کوئی پیشرفت نہ ہوئی یعنی پاکستان میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم نہ ہو سکا۔ اگرچہ اس پر پوری قوم کو موردِ الزام ٹھہرایا جانا چاہئے تاہم اس کی اصل ذمہ داری علماء اور دینی جماعتوں کی تھی' لیکن باہمی تفرقہ بازی کے باعث اور اقتدار کی کشاکش میں عملاً شریک ہو کر انہوں نے اپنی اصلی ذمہ داری سے روگردانی کی جس سے قوم پر عذاب کا کوڑا برسا اور اسے اپنے ازلی دشمن کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی اور پاکستان دولخت ہو گیا۔ اگرچہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد اس سلسلہ میں کچھ کوشش ہوئی اور یقیناً بیسویں

صدی کے سیکولر جمہوری دور میں ایک پارلیمنٹ سے قراردادِ مقاصد جیسی دستاویز کی منظوری حاصل کر لینا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اسی لئے ایک سیکولر مزاج رکن پارلیمنٹ نے قراردادِ مقاصد منظور ہونے پر کہا تھا کہ ہم آج دنیا کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ لیکن افسوس صد افسوس قرارداد مقاصد پر عملدرآمد کرانے کے لئے دینی جماعتیں صحیح لائحہ عمل اختیار نہ کر سکیں۔ وہ اس چکر میں پڑ گئیں کہ پہلے انتخابات میں حصہ لے کر اقتدار میں آؤ' پھر حکومت حاصل کر کے اسلام نافذ کریں لہٰذا نہ نو من تیل حاصل ہوا نہ رادھا ناچی۔ 1500 میل کے فاصلے کے باوجود مغربی اور مشرقی پاکستان کو جوڑنے میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نے حقیقی رول ادا کیا تھا۔ اس کلمہ حق کا جب نفاذ نہ ہوا تو دونوں ٹکڑے کس بنیاد پر جڑے رہتے۔ مشرقی بنگال کی تہذیب' لباس' بود و باش' زبان تو مغربی بنگال کے لوگوں سے ملتی تھی' وہ پشتونوں اور پنجابیوں سے کس بنیاد پر اشتراک رکھتے۔ ان کی معاشرت' ان کی زبان یکسر مختلف تھی۔ اگر دینی جماعتیں اقتدار کی رسی کشی میں الجھنے کی بجائے ایک متفقہ پریشر گروپ بنا کر اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے لئے عوامی تحریک اٹھاتیں تو راقم یقین سے کہہ سکتا ہے کہ حکومت فوجی ہوتی یا سیاسی اس عوامی مطالبے کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوتی' امن و امان قابل رشک ہوتا' عوام کو بنیادی ضروریات فراہم ہوتیں' سرکاری دفاتر خدمتِ عوام کے ٹھکانے ہوتے' عدالتیں عوام کو انصاف مہیا کرتیں تو سقوطِ ڈھاکہ کی نوبت کبھی نہ آتی بلکہ وہ کشمیر جس کو ہم شہ رگ تو قرار دیتے ہیں لیکن اپنے موقف کے حوالے سے اکثر قلابازیاں کھاتے رہتے ہیں' ایسا امن و سکون اور ایسی خوشحالی دیکھ کر پکے ہوئے پھل کی طرح ہماری جھولی میں آ گرتا۔

سوال یہ ہے کہ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد سیاستدانوں نے فوج' بیوروکریسی' عدلیہ اور دینی رہنماؤں نے اپنے کردار میں تبدیلی کی یا نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ جواب صرف نفی میں نہیں ملتا بلکہ پورے تیقن کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ سیاستدانوں نے سقوطِ ڈھاکہ کے بعد مزید گند ڈالا۔ افراد مزید غافل ہوئے' ادارے مزید غیر ذمہ دار ثابت ہوئے' سیاسی جماعتوں میں توڑ پھوڑ جاری رہی۔ فوج نے سول حکومت کی فرمانبرداری نہیں سیکھی بلکہ کبھی بالواسطہ اور کبھی براہ راست حکومت کرنے کے فکر میں رہی۔ نظریہ ضرورت ہماری عدلیہ کے انصاف کا محور بن گیا۔ جو باوردی یا بے وردی حاکم آیا اس نے جو چاہا عدلیہ سے فیصلہ لے لیا۔ بیوروکریسی نے اپنا رنگ ڈھنگ نہیں بدلا۔ دینی رہنما اب اسلام کا نام لیپا پوتی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مجلس عمل جو مذہبی جماعتوں کے اتفاق اور افغان فیکٹر کی وجہ سے سرحد اور بلوچستان سے کامیاب ہوئی ہے' امریکہ اور اہل یورپ کے لئے اپنے آپ کو قابل قبول بنانے کی کوشش میں ہے۔ کیا ہم بھول گئے ہیں کہ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: ''اور اگر تم پھر وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے''۔ (بنی اسرائیل: 8)

مبتدی تربیت گاہ

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں 22 دسمبر 2002ء سے مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں مبتدی تربیت گاہ منعقد ہو رہی ہے۔

ایک کھلا خط

محترم جناب صدر صاحب! اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم!

پاکستان میں ایک سلسلہ جاری ہے جس میں پاکستان کے جس بھی شہری کا افغان مجاہدین سے کوئی ربط و تعلق رہا ہے' اسے ایجنسیوں کے افراد پوچھ گچھ کر کے ہراساں کرتے ہیں اور ان میں سے جس کو جی چاہتا ہے اغوا کر کے لے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دہشت گردی کو ختم کرنے کی کارروائی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مقصد یہی ہو لیکن یہ بات توجہ طلب ہے کہ کیا اس کارروائی سے دہشت گردی کا خاتمہ ہو رہا ہے؟

یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اس کارروائی کی وجہ سے پاکستان کے عوام میں نہ صرف امریکہ کی مخالفت میں اضافہ ہو رہا ہے بلکہ لوگوں کے دلوں میں امریکہ سے نفرت کا جذبہ پرورش پا رہا ہے۔ اس صورت حال میں اس امکان کو رد کرنا ممکن نہیں ہے کہ ایسے ہی لوگوں میں سے کچھ جذباتی نوجوان دہشت گرد تنظیموں کے لئے نرم چارہ بنیں گے۔ اس طرح یہ بات بہت واضح ہے کہ مذکورہ کارروائی دہشت گردی کو ختم کرنے کے بجائے اس کے تسلسل اور دوام کا باعث بن رہی ہے۔

پاکستان کا فہیم طبقہ یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں کہ امریکہ کو اس صورت حال کا علم نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس کارروائی کو جاری رکھنا اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ یہ کارروائی دہشت گردی کے خلاف نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف غنڈہ گردی ہے۔ اپنے اس مؤقف کے حق میں یہ لوگ 11 ستمبر سے پہلے کے جن بیانات اور پالیسیوں کا حوالہ دیتے ہیں ان کی وضاحت ضروری نہیں۔ آپ یقیناً عام لوگوں سے بہت زیادہ باخبر ہیں۔ بہرحال اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ دہشت گردی کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینے کے حق میں تھے اب وہ بھی اس کارروائی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ عوامی حمایت سے محروم ہو کر کوئی بھی مہم اپنی منزل نہیں پاتی۔ دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لوگوں کے جذبات کو طاقت سے دبانے کی کوشش کرنا ہی وہ بیج ہے جس سے دہشت گردی کا پودا پھوٹتا اور پروان چڑھتا ہے۔

اس لئے پاکستان میں دہشت گردی کی روک تھام اور اس کے خاتمے کے لئے آپ سے درخواست ہے کہ جیسے آپ نے فیصلہ کیا تھا کہ عراق پر حملے کی پاکستان حمایت نہیں کرتا' ویسے ہی اب آپ یہ فیصلہ بھی کر لیں کہ بدنیتی پر مبنی اس مسلم کش کارروائی میں پاکستان اب مزید کوئی حصہ نہیں لے گا اور اس سلسلہ میں تمام گرفتار شدہ افراد کی رہائی کا حکم جاری فرمائیں۔ ان شاء اللہ آپ کا یہ فیصلہ نہ صرف پاکستان بلکہ امریکہ کے حق میں بھی بہتر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

پاکستان کا ایک بہی خواہ

لطف الرحمٰن خان' 43۔ اے نثار روڈ لاہور کینٹ

اہم اطلاع

ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' ماہنامہ ''میثاق'' اور ماہنامہ ''حکمت قرآن'' کے

انٹرنیٹ ایڈیشن

تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ **www.tanzeem.org** پر مطالعے کے لئے دستیاب ہیں۔

سقوطِ ڈھاکہ میں امریکی کردار

(انتخابات سے قبل وزیراعظم خواجہ ناظم الدین اور مولانا بھاشانی نے اس بات کا انکشاف کیا تھا کہ امریکہ پاکستان کو توڑنا چاہتا ہے؟)

سقوطِ ڈھاکہ میں امریکی کردار بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ امریکہ سے فوجی معاہدے میں منسلک ہونے کے باعث عوام کو توقع تھی کہ اس مشکل گھڑی میں امریکہ پاکستان کی مدد کے لئے آئے گا۔ لیکن امریکی حکام نے یہ بہانہ بنایا کہ یہ فوجی معاہدہ کسی کمیونسٹ ملک سے حملے کی صورت میں ہے۔ پس پردہ امریکی حکام بھارت کی مدد کر رہے تھے۔ بھارت امریکی حکام کو اس بات سے ڈرا رہا تھا کہ پاکستان کو عوامی جمہوریہ چین کی مدد اور حمایت حاصل ہے۔ سابق امریکی صدر نکسن اور سابق امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر اپنے بیانات میں اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ ”1971ء میں امریکہ نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے منصوبے کی منظوری دی تھی۔ امریکہ اگر چاہتا تو پاکستان کو ٹوٹنے سے بچا سکتا تھا۔ لیکن امریکہ نے ایسا نہیں کیا۔“ قارئین کو یاد ہوگا کہ مارچ 2000ء میں امریکی صدر بل کلنٹن کے دورہ پاکستان سے قبل بھی امریکی وزیر خارجہ اور دیگر حکام نے انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اس بات کا اعتراف کیا کہ امریکہ پاکستان توڑنے میں ملوث تھا۔ 1970-71ء میں امریکی سفارتکاروں کی جانب سے اپنے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو بھیجے جانے والے خفیہ خطوط سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ امریکہ مشرقی پاکستان کے واقعات میں ملوث تھا۔ اس وقت پاکستان' چین اور امریکہ کے تعلقات بہتر بنانے کے لئے پل کا کردار ادا کر رہا تھا۔ ہنری کسنجر پاکستان کے راستے چین کا خفیہ دورہ پر بھی گئے۔ ایک طرف پاکستان امریکہ کے لئے مثبت کردار ادا کر رہا تھا۔ دوسری طرف پینٹاگون اور سی آئی اے کے حکام مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنانے کی سازشیں کر رہے تھے۔ امریکہ اور سوویت یونین' چین کے درمیان سرد جنگ جاری تھی۔ امریکیوں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ پاکستان' چین کے خلاف امریکہ کا ساتھ نہیں دے گا۔ چین سے دوستی پاکستان کی بنیادی پالیسی ہے۔ پاکستان چین سے کبھی بگاڑ پیدا نہیں کرے گا۔ مشرقی پاکستان کے معروف رہنما مولانا بھاشانی نے بھی 1970ء کے انتخابات سے قبل سی آئی اے کی ایک سازش کا پتہ لگایا اور اس کے دستاویزی ثبوت بھی حاصل کر لئے جو انہوں نے یکم نومبر 1969ء کو ڈھاکہ پریس کلب میں صحافیوں کو پیش کئے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ نے پاکستان کو توڑنے کی سازش شروع کر دی ہے اور مشرقی پاکستان میں ہنگامہ وفساد کرانے کے لئے ایک خفیہ منصوبہ تیار کیا ہے۔ سابق وزیراعظم خواجہ ناظم الدین نے بھی ایسی ایک سازش کا انکشاف کیا تھا جب پاکستان میں متعین امریکی سفیر نے انہیں کہا کہ وہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا اعلان کر دیں امریکہ اسے تسلیم کر لے گا۔ ایسٹرن ٹریبیون کے سیاسی مبصر نے اپنے ذرائع کے حوالے سے بتایا کہ سی آئی اے نے علیحدگی کی دستاویز کا منصوبہ 1966-67ء میں تیار کیا تھا۔ اس دستاویز میں مذہبی اور ترقی پسند قوتوں کو ختم کرنے کا منصوبہ بھی تیار کیا گیا تھا' کیونکہ یہ قوتیں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے منصوبے کو نکام بنا سکتی ہیں۔ مولانا بھاشانی کی فراہم کردہ دستاویزات کے مطابق مشرقی پاکستان کی آزادی کے لئے یکم اگست اور بعض دوسرے شواہد کے مطابق 9 اگست 1969ء کی تاریخ مقرر کی گئی تھی اور رات ایک بجے آزادی کا اعلان کیا جانا تھا۔ اس اعلان کے فوراً بعد امریکہ اور بھارت بنگلہ دیش کو تسلیم کر لیتے اور امریکہ آزادی کے چند گھنٹوں بعد اپنی چھاتہ بردار اور فوج مشرقی پاکستان میں اتار دیتا۔ نومبر 1969ء میں جب ڈھاکہ میں ہنگامے ہوئے تو ایک بنگالی روزنامے نے انکشاف کیا کہ یکم نومبر سے چھ دن پہلے ایک امریکی نیوز ایجنسی کا نامہ نگار ڈھاکہ کے ہوٹل انٹرکانٹی نینٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسے اس لئے ڈھاکہ بھیجا گیا تھا کہ چند دنوں بعد ڈھاکہ میں ایک بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے۔ امریکی سی آئی اے نے نہ صرف علیحدگی کا منصوبہ بنایا بلکہ پوری دنیا میں اس کی تشہیر بھی کی۔

بعض لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ امریکہ نے ہندو بنگالیوں اور عوامی لیگ کے علیحدگی پسند کارکنوں پر مشتمل مکتی باہنی کو تربیت اور رقوم فراہم کرنے میں بھارت کی مدد کی۔ سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن اپنی کتاب لیڈرز میں لکھتے ہیں کہ: ”بھارت نے پاکستان کو توڑنے کے بعد اسے مکمل طور پر ختم کرنے کی دھمکی دی۔ یہ ایک ایسا ہدف تھا جو مجھے منظور نہیں تھا اور میں نے امریکی پالیسی کا جھکاؤ پاکستان کی جانب کر کے بھارت کے اس فیصلے کو رد کر دیا۔“ امریکہ کو صرف مغربی پاکستان سے دلچسپی تھی۔ وہ پاکستان کو روس کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔ 1979ء میں امریکہ نے پاکستان کو روس کے خلاف فرنٹ لائن سٹیٹ بنا کر اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ ان دنوں امریکہ کے ساتویں بحری بیڑے کا بھی بڑا ذکر تھا اور یہ خبر عام تھی کہ امریکہ کا ساتواں بحری بیڑا پاکستان کی مدد کے لئے آ رہا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ صدر یحییٰ خان کے بقول ساتواں بحری بیڑا محض ایک پروپیگنڈہ تھا۔ ساتواں بحری بیڑا آسٹریلیا کے اردگرد رہتا تھا۔ ان دنوں بھی وہ وہیں گھوم رہا تھا اور یہ محض ڈرامہ تھا۔ اس بحران کے موقع پر صدر پاکستان نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کرٹ والڈہیم کے ساتھ مسلسل رابطہ قائم کیا ہوا تھا اور انہیں بار بار پیغام بھیجا جا رہا تھا کہ بھارت کو مشرقی پاکستان میں دخل اندازی سے روکا جائے۔ ہم لوگ لڑنا نہیں چاہتے۔ لیکن اقوام متحدہ نے اس بحران اور مشکل وقت میں پاکستان کی کوئی مدد نہیں کی۔

(بشکریہ: روزنامہ نوائے وقت' 16 دسمبر 2002ء)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

حاصل مطالعہ

بے ایمان حکمرانوں کا طریقۂ واردات

نعیم اختر عدنان

”کسی شخص کو شرائط انصاف کے مطابق عدالت میں مجرم ثابت کئے بغیر یونہی پکڑ کر جیل بھیج دینا بے ایمان حکمرانوں کی پرانی سنت ہے۔ اس معاملے میں آج کے شیاطین (حکمران) چار ہزار برس پہلے کے اشرار سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ فرق اگر ہے تو بس یہ کہ وہ ”جمہوریت“ کا نام نہیں لیتے تھے اور یہ اپنے ان کرتوتوں کے ساتھ اس کا نام بھی لیتے ہیں۔ وہ قانون کے بغیر اپنی غیر قانونی حرکتیں کرتے تھے اور یہ ہر ناروا زیادتی کے لئے ایک ”قانون“ بنا لیتے ہیں۔

وہ صاف صاف اپنی اغراض کے لئے لوگوں پر دست درازی کرتے تھے اور یہ جس پر ہاتھ ڈالتے ہیں اس کے متعلق دنیا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس سے ان کو نہیں بلکہ قوم اور ملک کو خطرہ ہے۔ غرض وہ (قدیم حکمران) صرف ظالم تھے اور یہ (موجودہ حکمران) ظالم ہونے کے ساتھ ساتھ جھوٹے اور بے حیا بھی ہیں۔“

(تفہیم القرآن' جلد دوم (سورہ یوسف پر حاشیہ) از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا زمانہ

مغرب میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک

ہندو پاک کے پہلے مجدد' ایسے مجدد کہ جن کا نام ہی مجدد پڑ گیا ہے' اور اچھے اچھوں کو ان کا اصلی نام یاد نہیں۔ مجدد کا لفظ بولتے ہی کانوں میں مجدد الف ثانی رس گھولنے لگتے ہیں اور رُوح میں حرارت سرسرانے لگتی ہے۔ انہوں نے ایک ایسا وقت پایا تھا جب زمانہ منقلب ہو گیا تھا اور زمین الٹ گئی تھی۔ مغرب نے مشرق کی جگہ لے لی تھی اور مشرق نے مغرب کی۔ سورج بجائے مشرق کے مغرب سے نکلنے لگا تھا' اور آج تک مغرب ہی سے نکل رہا ہے۔ عیسائیت' صیہونیت حتیٰ کہ ہندومت کے احیاء وتجدید کے لئے تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں اور اسلام ہر ملک اور ہر خطے میں زوال و پستی کے گہرے کنوئیں میں اترتا جا رہا تھا۔ آج تک ان کے عروج پانے کی رفتار میں کمی نہیں آئی' ہمارے گرنے کی رفتار میں البتہ اضافہ ہوتا رہا۔ آگے بڑھنے سے پہلے اس اجمال کی تفصیل میں جانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مجدد کے زمانے میں اہلِ مغرب کی ترقیوں کا حال مولانا مودودی یوں سناتے ہیں:

''اس دور میں مغرب قرونِ وسطیٰ کی نیند سے بیدار ہو کر نئی طاقت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہاں علم وفن کے محققین' مکتشفین اور موجدین اس کثرت سے پیدا ہوئے تھے کہ انہوں نے ایک دنیا کی دنیا بدل ڈالی۔ ہیوم' کانٹ' نطشے' ہیگل' کومٹ' سٹوارٹ مل جیسے فلسفی پیدا ہوئے' جنہوں نے منطق وفلسفہ' اخلاقیات ونفسیات اور تمام علومِ عقلیہ میں انقلاب برپا کیا۔ وہی دور تھا جب طبیعیات میں گیلونی اور وولٹا' کیمیا میں لاویزیر' پریسٹلے' ڈیوی اور برزیلیس' حیاتیات میں لینئے' ہالر اور وولف جیسے محققین اٹھے جن کی تحقیقات نے صرف سائنس ہی کو ترقی نہیں دی بلکہ کائنات اور انسان کے متعلق بھی ایک نیا نظریہ پیدا کر دیا۔ اسی زمانے میں کوئز نے' ٹرگوٹ' آدم سمتھ اور مالتھس کی دماغی کوششوں سے معاشیات کا نیا علم مرتب ہوا۔ وہی دور تھا جب فرانس میں روسو' والٹیئر' مونٹیکو ڈائڈرو' انگلستان میں تھامس پین' ولیم گورڈن' ڈیوڈ ہارٹلے' جوزف پریسٹلے' ارسمس ڈارون اور جرمنی میں گوئٹے' ہرڈر' شیلر' لسنگ اور ہولباش جیسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اخلاقیات' ادب' قانون' مذہب' سیاسیات اور تمام علوم عمرانی پر زبردست اثر ڈالا اور انتہائی جرأت وبے باکی کے ساتھ دنیائے قدیم پر تنقید کر کے افکار ونظریات کی ایک نئی دنیا بنا ڈالی۔

''پریس کے استعمال' اشاعت کی کثرت' اسالیب بیان کی ندرت' دُشکل اصطلاحی زبان کے بجائے عام فہم زبان کو ذریعہ اظہارِ خیال بنانے کی وجہ سے ان لوگوں کے خیالات نہیں وسیع پیمانے پر پھیلے۔ انہوں نے محدود افراد کو نہیں' بلکہ قوموں کو بہ حیثیت مجموعی متاثر کیا۔ ذہنیتیں بدل دیں۔ اخلاق بدل دیئے۔ نظامِ تعلیم بدل دیا۔ نظریۂ حیات اور مقصدِ زندگی بدل دیا اور تمدن وسیاست کا پورا نظام بدل دیا۔

''اسی زمانے میں انقلاب فرانس رونما ہوا جس سے ایک نئی تہذیب پیدا ہوئی۔ اسی زمانے میں مشین کی ایجاد نے صنعتی انقلاب برپا کیا جس نے ایک نیا تمدن' نئی طاقت اور نئے مسائلِ زندگی کے ساتھ پیدا کیا۔ اسی زمانے میں انجینئرنگ کو غیر معمولی ترقی ہوئی جس سے یورپ کو وہ قوتیں حاصل ہوئیں کہ پہلے دنیا کی کسی قوم کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔ اسی زمانے میں قدیم فن جنگ کی جگہ نیا فنِ جنگ نئے

سید قاسم محمود

آلات اور نئی تدابیر کے ساتھ پیدا ہوا۔ باقاعدہ ڈرل کے ذریعے سے فوجوں کو منظم کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا' جس کی وجہ سے میدانِ جنگ میں پلٹنیں مشین کی طرح حرکت کرنے لگیں اور پرانے طرز کی فوجوں کا ان کے مقابلے میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ فوجوں کی ترتیب اور عساکر کی تقسیم اور جنگی چالوں میں بھی پیہم تغیرات ہوئے اور ہر جنگ کے تجربات سے فائدہ اٹھا کر اس فن کو برابر ترقی دی جاتی رہی۔ آلات حرب میں بھی مسلسل نئی ایجادیں ہوتی چلی گئیں۔ رائفل ایجاد ہوئی۔ ہلکی اور سریع الحرکت میدانی توپیں بنائی گئیں۔ قلعہ شکن توپیں پہلے سے بہت زیادہ طاقتور کی گئیں اور کارتوس کی ایجاد نے نئی بندوقوں کے مقابلے میں پرانی توڑے دار بندوقوں کو بیکار کر کے رکھ دیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ یورپ میں ترکوں کو اور ہندوستان میں دیسی ریاستوں کو جدید طرز کی فوجوں کے مقابلے میں مسلسل شکستیں اٹھانی پڑیں' اور عالمِ اسلام کے عین قلب پر حملہ کر کے نپولین نے مٹھی بھر فوج سے مصر پر قبضہ کر لیا۔''

مولانا مودودی مرحوم ومغفور نے اپنے تبصرے میں جو حقائق بیان کئے ہیں' ان کی صحت واہمیت سے انکار نہیں ہو سکتا' لیکن انہوں نے پکی ہوئی تیار شدہ فصل کی تفصیل دی ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ اس کے لئے زمین کب تیار ہوئی اور بیج کب بوئے گئے؟

اس سوال کا جواب شیخ محمد اکرام نے اپنی تصنیف ''رودِ کوثر'' (صفحہ 167) میں دیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''یورپ کی جن ترقیوں اور مشرق کی جس پس ماندگی کا مولانا نے ذکر کیا ہے' وہ ان عوامل واثرات کا قدرتی نتیجہ تھیں جو صدیوں سے کارفرما تھے اور جنہوں نے عہدِ اکبری تک ایک واضح صورت اختیار کر لی تھی۔

جب 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس فتح کیا' اس وقت تک علمی' اخلاقی' روحانی اور عسکری اعتبار سے مسلمانوں کا پلہ اہلِ مغرب سے بھاری تھا۔ اس کے بعد اسلامی ممالک پر منگولوں کی یورش ہوئی اور 1258ء میں سقوطِ بغداد کا سانحہ پیش آیا۔ اس سیلاب بلا سے جو عظیم سیاسی اور دینی خطرات پیدا ہو گئے تھے' وہ تو اللہ کے فضل سے عارضی ثابت ہوئے اور اہل یورپ نے لامذہب منگولوں سے مل کر دنیائے اسلام کے خلاف جو منصوبے بنانے چاہے' انہیں بعض باتدبیر مسلمان زعما نے ناکام بنا دیا' لیکن ''فتنۂ مغول'' نے مسلمانوں کی علمی برتری کا خاتمہ کر دیا۔ خوارزم' بخارا' خراسان' ایران اور بغداد کے علمی مرکزوں کی ویرانی' کتب خانوں' مدرسوں اور تجربہ گاہوں کی تباہی اور علماء کے قتل وانتشار سے علم کا شیرازہ اس طرح بکھرا کہ پھر اس کی بحالی نہ ہو سکی' بلکہ علم وتہذیب کے پرانے گہواروں میں اتنی دیر تک بربریت اور سفاکانہ جہالت کا دور دورہ رہا کہ ہمتیں پست ہو گئیں اور خیالات بدل گئے۔ مغلوں کی تباہ کاریوں سے پہلے اور بعد کے حالات پر غور کریں تو ایسا نظر آتا ہے کہ وہ سانچا' جس میں البیرونی جیسے محققین اور سائنس دانوں کے ذہن ڈھلتے تھے' ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا۔ واقعیت پسندی کی جگہ فراریت اور علم کی جگہ تصوف کو فروغ حاصل ہوا۔ علم کا مفہوم بہت محدود ہو گیا۔ یعنی نئے علوم اخذ کرنا تو ایک طرف' سقوطِ بغداد سے پہلے جو علوم رائج تھے وہ بھی متروک ومردود ہو گئے۔ ذہن گویا مفلوج ہو گئے اور جو لوگ اہلِ علم کہلاتے تھے' ان کا منتہائے مقصود حق کی تلاش نہ رہا بلکہ ایک نقطۂ عروج کی ترویج۔''

اہلِ مغرب کی تحریک احیائے علوم اور مذہبی نشاۃ ثانیہ پر رائے زنی کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام مرحوم رقم طراز ہیں:

''(مسلمانوں کی حالتِ زار کے برعکس) یورپ میں ایک نئی علمی زندگی کا آغاز ہوا اور اس تحریک کی ابتدا ہوئی' جسے یورپ کی نشاۃ ثانیہ کہتے ہیں۔ اس میں ایک حد تک ان اثرات کو دخل تھا جو صقلیہ اور اندلس (ہسپانیہ) میں عربوں کے بلند علمی اور تدریسی معیار کی بدولت قریبی یورپی ممالک کے اہلِ علم پر پڑا۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں عربوں کے تمدن اور علم وفن سے اہلِ مغرب کو جو واقفیت ہوئی' اس سے

بھی ان کا ذہنی افق وسیع اور علمی معیار بلند ہوا' لیکن یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا اصل ذریعہ وہ یونیورسٹیاں تھیں' جو اس زمانے میں کثرت سے یورپ کے مرکزوں میں قائم ہوئیں۔ اس وقت وہاں بھی عالمِ اسلام کی طرح تعلیم و تدریس کی باگ دوڑ علمائے مذہب کے ہاتھ میں تھی (مثلاً آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیاں بھی شروع میں دینی درسگاہیں تھیں) لیکن یورپ میں ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے نصاب میں توسیع ہوتی رہی' اور یہ یونیورسٹیاں دینی اور دنیوی دونوں قسم کے علوم کا مرکز بن گئیں۔ اسی زمانے میں یورپ میں چھاپہ خانہ (پرنٹنگ پریس) کا آغاز ہوا' جس سے علم کی بے پناہ اشاعت ہوئی۔ کتابیں سستی ہو گئیں اور کتب خانے خاص خاص امراء یا اداروں کا اجارہ ہونے کی بجائے عوام کو بھی میسر ہونے لگے۔ اس کے علاوہ مغرب کی عسکری برتری کا' بالخصوص سمندروں پر اس کے بے روک ٹوک اقتدار کا آغاز بھی اسی زمانے میں ہوا' اور اکبر کی تخت نشینی بلکہ بابر کی فتح پانی پت سے پہلے بحرِ ہند ایک ''پرتگیزی جھیل'' بن گیا تھا' جس میں جہازرانی پرتگیزی اجازت ناموں کے بغیر مخدوش بلکہ ناممکن تھی۔''

مذکورہ بالا بیان میں شیخ محمد اکرام نے مولانا مودودی کے تبصرے پر نکتہ چینی نہیں کی' بلکہ ان کے بیان کو سراہتے ہوئے کچھ آگے بڑھایا' جس طرح کہ آئندہ سطور میں مولانا صاحب شیخ صاحب کی بات کو آگے بڑھا رہے ہیں:

''ہمارے ہاں تو چند اشخاص ہی بیدار ہوئے تھے' مگر وہاں (یورپ میں) قوموں کی قومیں جاگ اٹھی تھیں۔ یہاں صرف ''ایک جہت'' میں تھوڑا سا کام ہوا' اور وہاں ہر جہت میں ہزاروں گنا زیادہ کام کر ڈالا گیا' بلکہ کوئی شعبۂ زندگی ایسا نہ تھا جس میں تیز رفتار پیش قدمی نہ کی گئی ہو۔ یہاں شاہ ولی اللہ صاحب اور اُن کی اولاد نے چند کتابیں خاص خاص علوم پر لکھیں جو ایک نہایت محدود حلقے تک پہنچ کر رہ گئیں۔ اور وہاں لائبریریوں کی لائبریریاں ہر علم و فن پر تیار ہوئیں جو تمام دنیا پر چھا گئیں اور آخر کار دماغوں اور ذہنیتوں پر قابض ہو گئیں۔ یہاں فلسفہ' اخلاقیات' اجتماعیات' سیاسیات اور معاشیات وغیرہ علوم کی بات چیت محض ابتدائی اور سرسری حد تک ہی رہی' جس پر آگے کچھ کام نہ ہوا۔ اور وہاں اس دوران میں ان مسائل پر پورے پورے نظامِ فکر مرتب ہو گئے' جنہوں نے دنیا کا نقشہ بدل ڈالا۔ یہاں علوم طبعیہ اور قوائے مادیہ کا علم وہی رہا جو پانچ سو سال پہلے تھا۔ اور وہاں اس میدان میں اتنی ترقی ہوئی' اور اس ترقی کی بدولت اہلِ مغرب کی طاقت اتنی بڑھ گئی کہ ان کے مقابلے میں پرانے آلات و وسائل کے زور سے کامیاب ہونا قطعاً محال تھا۔'' (تجدید و احیائے دین)

علمی و فکری لحاظ سے مغرب اور مشرق (اسلامی ممالک) کے عدمِ توازن کا وہ حال تھا' جو اوپر بیان ہوا' لیکن سیاسی لحاظ سے معاملہ برابر تھا۔ برطانیہ میں ملکہ الزبتھ اول کی حکمرانی تھی۔ ایران میں عباس صفوی کی فرماں روائی تھی جس کی سلطنت دجلہ سے لے کر سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ ترکی خلافتِ عثمانیہ کا مرکز تھا۔ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کے ماتحت مغلیہ خاندان کی سلطنت اپنے عروج پر تھی' لیکن مذہبی' دینی' اخلاقی اور روحانی نقطۂ نظر سے تینوں بڑی اسلامی سلطنتوں میں اندر ہی اندر زوال شروع ہو چکا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ اور سلطنتِ صفوی فی الحال ہمارے موضوع سے قدرے دور ہیں۔ آگے چل کر ان پر بھی ہم اظہارِ خیال کریں گے۔ فی الحال حضرت مجدد کے بالکل ارد گرد کے ماحول پر نظر ڈالنا ہماری پہلی ضرورت ہے' اور وہ بھی محض احیائے دین اور تجدید کے حیطۂ فکر کے تحت:

اکبر کا دینِ الٰہی ___ اسلام مخالف تحریک!

مغلیہ خاندان کے تیسرے بادشاہ جلال الدین اکبر (1542-1605ء) نے جو انتظامی' عسکری' مالی اور تہذیبی نظام قائم کیا' وہ مشرقی معیار کے مطابق خاصا بلند اور مغربی معیار سے کم نہ تھا' لیکن بعض ایسی کمزوریاں بھی تھیں جو آگے چل کر مہلک ثابت ہوئیں۔ خصوصاً اس کی مذہبی پالیسی مسلمانانِ ہند اور بڑے پیمانے پر خود اسلام کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوئیں' جن کا مداوا آج تک نہیں ہو سکا۔

ابتدا میں اکبر ایک سیدھا سادہ خوش عقیدہ مسلمان تھا۔ وہ علماء' مشائخ اور صوفیہ کا بے حد احترام کرتا تھا اور علمی و مذہبی حقائق کا متلاشی رہتا تھا۔ وہ تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اٹھارہ بیس برس تک اس کا یہ حال تھا کہ سیدھے سادے' خوش عقیدہ اور پابندِ مذہب لوگوں کی طرح ارکانِ مذہب کی دل و جان سے بجا آوری کرتا۔ اس نے اپنے باپ (ہمایوں) کے زمانے میں دنیا کا سرد گرم چکھا تھا اور طبیعت میں سوز و گداز اور روحانی رنگ پیدا ہو گیا تھا۔ جب بارہ برس کی مایوسی اور سرگردانی کے بعد پھر تاج و تخت نصیب ہوا تو گردن خود بخود ربِ کارساز کے سامنے سجدۂ شکر میں جھک جاتی۔

خاندانِ سوری کے بادشاہوں نے علمائے مذہب کو بڑا زور و اقتدار دے رکھا تھا۔ اس میں ملکی و سیاسی مصلحتیں بھی تھیں اور طبیعت کا لگاؤ بھی۔ اکبر نے یہ سلسلہ اور وسیع کر دیا۔ جا بجا قاضی اور مفتی مقرر کئے۔ مخدوم الملک شیخ الاسلام کی قدر و منزلت بڑھا دی اور صدر الصدور کو وہ اختیار دیئے کہ اس سے پہلے کبھی نہ ملے تھے۔ مخدوم الملک تو ملکی اُمور میں اس کے مشیر اور رکنِ سلطنت تھے۔ صدر الصدور شیخ عبدالنبی کا بھی وہ دل و جان سے معتقد تھا۔ کبھی کبھی حدیث سننے ان کے گھر جاتا۔ ایک دفعہ جوتے ان کے سامنے اٹھا کر رکھے۔ شہزادہ سلیم کو ان کی شاگردی میں داخل کیا' تاکہ عبدالرحمٰن جامی کی ''چہل حدیث'' ان سے پڑھے۔ صدر الصدور شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے پوتے تھے اور تقویٰ و پرہیزگاری میں فرد تھے۔ ان کی تلقین و تعلیم سے یہ حال ہوا کہ نماز باجماعت کی پابندی تو ایک طرف اکبر خود اذان دیتا۔ امامت کرتا اور مسجد میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتا۔

(ملاحظہ فرمایئے آئندہ قسط)

پاکستان کیسے ٹوٹا' کس نے توڑا؟ پاکستان توڑنے کا ذمہ دار کون؟

7 دسمبر 1970ء سے 16 دسمبر 1971ء تک

سانحہ مشرقی پاکستان کی تاریخ وار روداد

حمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے سابق گورنر ایڈمرل ایس ایم احسن کا بیان...... نیز

مجیب الرحمٰن کے قتل کی کہانی' حسینہ واجد کی زبانی

جیسے چونکا دینے والے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ایک مبسوط دستاویز

ندائے خلافت کی خصوصی اشاعت

بابت 23 دسمبر 1996ء بحوالہ

سقوطِ مشرقی پاکستان

23X33 سائز کے 68 صفحات کی قیمت صرف اور صرف 20 روپے

(مذکورہ بالا خصوصی اشاعت ایک محدود تعداد میں سٹاک میں موجود ہے!)

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501

مردہ روحیں اور عذاب!

رعنا ہاشم خان

حالیہ چند برسوں میں موسیقی نے ایک شدت کی شکل اختیار کر لی ہے۔ آج کے ماڈرن دور میں کوئی بھی مسلمان اس سے محفوظ نہیں ہے۔ اگر خود نہ بھی سنتے ہوں تب بھی یہ سیسہ ڈیپارٹمنٹ سٹور' سپر مارکیٹ' گاڑیوں' بسوں میں حتیٰ کہ گلی کوچوں سے گزرتے کانوں میں ٹپکتا رہتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ لقمان میں اس کے لئے "لہوالحدیث" کے الفاظ آئے ہیں۔ آیت "لہوالحدیث" سے مراد غناء (گانے) اور افسانے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے لہو الحدیث کی تفصیل میں تین مرتبہ اس طرح فرمایا کہ "خدا کی قسم اس سے مراد غناء ہے"۔ یعنی کتاب و سنت کی رو سے غناء ممنوع ہے۔ چنانچہ کسی بھی فقیہہ نے اس کے جائز ہونے کا کبھی کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ آج میڈیکل سائنس یہ ثابت کر چکی ہے کہ موسیقی نہ صرف دماغ کو متاثر کرتی ہے بلکہ دیگر اعضائے رئیسہ پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ جسم کی حرکات اور موسیقی میں گہرا ربط ہے' یہی وجہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ موسیقی سنتے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں یا پیروں کو حرکت دینے لگتے ہیں گویا کہ موسیقی ان کے خون میں گردش کر رہی ہو۔ موسیقی جذبات و احساسات کو بھڑکانے کا باعث بھی ہے' جو اخلاقیات کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ سائیکاٹرسٹ کے مطابق موسیقی دل کی دھڑکن کو خطرناک حد تک تیز کر دیتی ہے۔ اس ضمن میں Rock میوزک دل کے مریضوں کے لئے خطرناک ہے۔ یہ ایک انتہائی گمراہ کن خیال ہے کہ موسیقی ریلیکس ہونے اور وقت گزارنے کے لئے بہترین شغل ہے۔ کوئی ایسی چیز جو عشق و عاشقی' منشیات' مادر پدر آزادی اور تشدد کی دعوت دے رہی ہو' بھلا کس طرح ریلیکس کر سکتی ہے!

پوری دنیا اس وقت جس کفر آئیڈیا کے دام میں گرفتار ہے وہ عرفِ عام میں "فریڈم" کہلاتا ہے۔ یہ فریڈم آج ہر طرف ہے۔ اس میں انسان یہ سیکھتا ہے کہ یہ میری زندگی ہے لہٰذا میں اسے جیسے چاہوں' گزاروں۔ لہٰذا مذہب بھی انفرادی چیز ہو کر رہ گیا ہے اور دل و دماغ میں "جیو اور جینے دو" جیسے سیکولر خیالات پروان چڑھتے ہیں اور یہ سب کرنے میں موسیقی اپنا کردار بخوبی نبھا رہی ہے۔ گانوں کے سرکش اور مشرکانہ بول سر چڑھ کر بول رہے ہیں۔ سٹیج پر لنگور نما گلوکار اچھل اچھل کر ایسی بھاری تانیں اٹھاتے ہیں کہ بھینس کالونی بھی شرما کر رہ جائے اور روتے ہوئے بچے سہم کر چپ ہو جائیں۔ وطنِ عزیز پاکستان میں ہمیشہ ننھی رہنے والی منی بیگم نے بڑی مہارت سے ساقی اور شراب کو کوچہ کوچہ گھر گھر بجوایا ہے۔ گلوکار اور گلوکارائیں بات کرتے ہیں تو کندھے اچکا کر' کھڑے ہوتے ہیں تو بل کھا کر اور چلتے ہیں تو لہرا کر۔ ٹانگوں پر جینز اس طرح چڑھائی جاتی ہے جیسے سارنگی پر غلاف۔ جنون گروپ نے صوفی ہونے کا ڈھونگ رچا کر مزید چار چاند لگائے ہیں کہ خواتین عقیدت سے ان کے گٹار زدہ ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگاتی ہیں۔ نجم شیرازی نامی کسی پاکستانی گلوکار نے قادیانی ویب سائٹس کو عوام میں متعارف کرانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ حدیقہ کیانی نے "بوہے باریاں" گا گا کر قوم کے عقل وخرد کے بوہے باریاں بند کر رکھے ہیں اور فریحہ پرویز کے گانوں نے ملک وملت کو پتنگ باز بجنا دیئے ہیں۔

عام طور سے ناعاقبت اندیشوں کی جانب سے سوال اٹھتا ہے کہ: موسیقی میں کیا قباحت ہے؟ موسیقی کی سب سے اہم قباحت دل' دماغ اور روح پر مرتب ہونے والے اس کے منفی اثرات ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "گانا نفاق کو دل میں اس طرح اُگاتا ہے جیسے پانی سے کھیتی اگتی ہے۔" موسیقی نشے کی مانند اثر انداز ہو کر انسان کو اس کے اصل مقصدِ حیات سے غافل کر کے فضول مشغلوں میں الجھا دیتی ہے۔ اپنے اطراف کا جائزہ لے لیجئے! اس وقت سوسائٹی میں پھیلی تمام فحاشی اور عریانی کے تین بنیادی عناصر صاف نظر آتے ہیں جو کہ منشیات' بے پردگی اور موسیقی ہیں۔ تعلیمی ادارے ہوں یا سپر مارکیٹ' کھیل کا میدان ہو یا گلی کوچے' غرض ہر طرف یہ تینوں عناصر تباہی پھیلا رہے ہیں۔ ریڈیو' ٹی وی آن کریں تو موسیقی استقبال کو موجود' کسی ادارے یا کمپنی کو فون کریں تو موسیقی حاضر۔ غرض کہ اس دلفریب کلام نے ہر کام میں رخنہ ڈال رکھا ہے۔ کسی اچھے شعر کو گنگنانا بشرطیکہ اس میں موسیقی کے آلات استعمال نہ کیے گئے ہوں' منع نہیں ہے۔ اسی طرح ایسی شاعری پر مشتمل گانے جن میں کوئی غیر اسلامی اور مشرکانہ بات نہ کی جا رہی ہو اور جو آلاتِ موسیقی کی آلائش سے پاک ہوں' سنے جا سکتے ہیں۔ "روح المعانی" میں ہے کہ اگر اس میں وعظ و نصیحت ہے تو پھر درست ہے۔ کئی علماء کے نزدیک ڈرم کے ساتھ اچھے اشعار کا گانا درست ہے' خصوصاً عید یا شادی کے موقع پر لیکن اس کی لے پر تھرکنے سے گریز کیا جائے۔ مخلوط مجلسوں کا انعقاد کر کے ان میں گانے والوں اور والیوں کو بلانا بلکہ ان کو داد و تحسین اور انعام و اکرام سے نوازنا ایک کریہہ اور غیر شرعی فعل بلکہ سخت گناہ کا کام ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ نے مجھے باجے گاجوں اور مزامیر کو مٹانے کا حکم دیا ہے"۔ لیکن افسوس کہ آج کی مسلم معاشرت ان خرافات کے پیچھے خود کو مٹائے دے رہی ہے۔

موسیقی کے شیدائیوں کے لئے اسے چھوڑنا یقیناً کوئی آسان کام نہیں کہ یہ اپنے نفس سے جہاد ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام کمزوریوں اور کوتاہیوں کی معافی مانگی جائے اور پھر ہر اس کام کے کرنے کی دعا کی جائے جو درست اور پسندیدہ ہو۔ اس کے بعد انتہائی ایمانداری کے ساتھ موسیقی کی تمام کیسٹس اور سی ڈیز کوڑے کی نذر کر دی جائیں کہ یہ درحقیقت کوڑا کرکٹ ہی تو ہیں۔ جب ہم سب یہ جانتے ہیں کہ موسیقی ہمیں کسی بھلائی سے روشناس کرانے کا ذریعہ نہیں ہے تو پھر بھلا کیوں اپنے آپ کو مشکل میں ڈالیں۔ ایسی چیز کا قلع قمع ہی کیوں نہ کر دیں جو ہمیں نفاق اور فسق کی دعوت دے رہی ہو! ہمیں چاہئے کہ ہم نہ صرف اپنے دلوں کو صاف ستھرا رکھیں بلکہ اپنی معاشرت کو بھی تمام لغویات سے پاک و صاف رکھنے کا بندوبست کریں تاکہ ہمارے کان صرف اچھی آوازیں ہی سن سکیں۔ سچائی کے ساتھ بتائیے کہ ان نام نہاد گلوکاروں' فنکاروں اور گروپوں کو دیکھ کر کیا آپ کو ایسا نہیں محسوس ہوتا کہ مردہ روحوں کو عذاب اسی دنیا میں ملنا شروع ہو جاتا ہے؟ 1699ء میں اورنگ زیب عالمگیر نے جب اپنے دربار میں موسیقی پر مکمل پابندی لگانے کا حکم دیا تو موسیقاروں نے ردِ عمل کے طور پر موسیقی کا علامتی جنازہ کندھوں پر اٹھا لیا اور ماتم کرتے محل کے سامنے سے گزرے۔ اورنگ زیب نے کہا "دیکھنا اسے ذرا گہرا دفن کرنا تاکہ پھر سر نہ اٹھا سکے۔" آیئے آج ہم بھی اسے اتنا گہرا دفن کر دیں کہ یہ ہماری معاشرت میں کبھی سر نہ اٹھا سکے۔ آمین یا رب العالمین!

ممکن ہے کہ تُو جس کو سمجھتا ہے بہاراں
اَوروں کی نگاہوں میں وہ موسم ہو خزاں کا
ہے سلسلہ احوال کا ہر لحظہ دگرگوں
اے سالکِ رہ! فکر نہ کر سُود و زیاں کا
شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی
تُو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا!

علامہ مشرقی کا "تذکرہ"

نئی کتاب کا تعارف

"تذکرہ" نام کی دو تصانیف اُردو کے اسلامی لٹریچر میں بڑی اہمیت و وقعت کی حامل ہیں۔ ایک امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے ذہنِ رسا کی تخلیق اور دوسری علامہ مشرقی کی جذبہ خیز تحریر۔ دونوں کا موضوع قرآن اور اُس کی تفسیر ہے۔ مولانا آزاد کا "تذکرہ" ان کے عقیدت مندوں کی توجہِ خاص کی وجہ سے ہمیشہ دستیاب رہا لیکن علامہ مشرقی کا "تذکرہ" تحریکِ پاکستان کے طوفانی بہاؤ میں اُن کی جہادی تحریک "خاکسار" کی طرح بہہ گیا۔ اب ذرا تموج میں تھم تھماؤ ہوا ہے تو خاکسار تحریک پر بھی یونیورسٹیوں میں خصوصی تحقیقی مقالات مرتب ہو رہے ہیں اور علامہ موصوف کی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی تالیفات کی از سرِ نو اشاعت کا بیڑا اُن کے فرزند حمید الدین احمد نے اپنے والد گرامی کے سے جذبہ و جوش کے ساتھ اٹھایا ہے۔ اس وقت "تذکرہ" کمپیوٹری کتابت میں نئے قد و قامت میں نئے پیراہن میں ملبوس ہو کر ہمارے سامنے ہے۔

علامہ عنایت اللہ خان مشرقی (25 اگست 1888ء۔ 27 اگست 1963ء) امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد عطا محمد خان امرتسر میں عرائض نویس تھے۔ علامہ کو ابتدا ہی سے ریاضی اور سائنس سے غیر معمولی لگاؤ تھا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں ایم اے (ریاضی) کے امتحان میں نہ صرف صوبے بھر میں پہلی پوزیشن حاصل کی بلکہ یونیورسٹی کے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیئے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان گئے اور کیمبرج کے کرائسٹ کالج میں پہلے ہی سال ریاضی کے مقابلے میں اوّل آئے۔ 1907ء تا 1912ء انگلستان کے مختلف تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی اور ریاضی اور طبیعیات میں امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ 1913ء میں انگلستان سے واپس ہندوستان آ کر اسلامیہ کالج پشاور کے وائس پرنسپل، دو سال بعد پرنسپل مقرر ہوئے۔ 1915ء تا 1919ء حکومت ہند میں انڈر سیکرٹری رہے۔

1919ء کے اواخر میں حکومتِ ہند کی ملازمت ترک کرنے کے بعد پہلی دفعہ اسلام پر کچھ لکھنے کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ پہلے سوچا کہ ایک مختصر سا رسالہ "مسلمانوں کے اسباب زوال" کے متعلق لکھا جائے۔ انگلستان کے دورانِ تعلیم مشرقی زبانوں میں اعلیٰ امتیاز حاصل کرنے کے باوجود علامہ صاحب کو قرآن یا حدیث یا اسلام یا مسلمانوں کے عمومی حالات سے کوئی خاص شغف نہ تھا بلکہ وہ سائنس اور ریاضی میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اسلام یا کسی اور مذہب پر کچھ لکھنا بھی باعثِ فخر نہ سمجھتے تھے اور اُس وقت اُن کے دماغ پر یہ سوچ غالب تھی کہ اگر زندگی میں کوئی کام کرنا ہی پڑا تو وہ ریاضی یا فزیکل سائنس کے کسی شعبے میں اختصاص حاصل کریں گے۔ 1919ء اور 1920ء کا سیاسی زمانہ ہندوستان میں بھونچال کا سا تھا۔ ملاؤں کے ناپختہ خطبے سن سن کر اور بے مغز تحریریں پڑھ پڑھ کر علامہ صاحب طیش کی حالت میں لاشعوری طور پر چپکے چپکے قرآن مجید کی طرف آنے لگے۔ اُن کے ذہن کی بناوٹ سراسر علمی اور منطقی تھی۔ دلیل اُن کا پہلا سہارا تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت کے دوران میں تین آیات علامہ کے ذہن پر چھا گئیں:

اول، سورہ الروم کی آیت 30 (ترجمہ): "پس یک سُو ہو کر اپنا رخ اِس دین (اسلام) کی سمت میں جما دو۔ قائم ہو جاؤ اس فطرت پر، جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی۔ یہی بالکل راست اور درست دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"۔

دوم، سورہ احزاب کی آیت 62 (ترجمہ): "یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے معاملے میں پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے"۔

سوم، سورہ نور کی آیت 24 (ترجمہ): "اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ، جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ اُن کو اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا، جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے"۔

پہلی آیت دینِ اسلام کے دینِ فطرت ہونے کا دعویٰ کرتی تھی، دوسری آیت اللہ کے قانون کے اٹل ہونے کا دعویٰ کرتی تھی اور تیسری آیت خلافتِ ارضی کا تصور اللہ کے وعدے کی صورت میں پیدا کرتی تھی۔

ان آیات کے اثر سے سائنس دان کی قلب ماہیت اس طرح بدل گئی، جس طرح ایک اور سائنس دان اور علم الطب کے ماہر اسرار احمد کی ہوئی تھی۔ عنایت اللہ خان نے بھی اسرار احمد کی طرح کاروبار دنیا سے منہ موڑ کر خود کو قرآن اور دینِ اسلام کی اقامت کے لئے وقف کر دیا۔ اسرار احمد تو مولانا یا علامہ نہ کہلوائے، آج تک "ڈاکٹر" کہلواتے ہیں، البتہ عنایت اللہ خان "تذکرہ" چھپتے ہی ریاضی دان سے علامہ مشرقی بن گئے۔ انہوں نے "تذکرہ" 32 سال کی عمر میں 3 ستمبر 1920ء کو پشاور میں لکھنا شروع کیا اور 1922ء تک اسے پانچ ہزار صفحات پر لکھ ڈالا۔ دو برس بعد 1924ء میں پہلی جلد امرتسر سے چھپی۔ دوسری اور تیسری جلد اب 73 سال کے بعد مصنف کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہیں۔

"تذکرہ" عربی اور اُردو دونوں زبانوں میں ہے۔ پہلی جلد پڑھ کر مجاہدِ اعظم امیر طرابلس امام شیخ سنوسی نے علامہ مشرقی کو لکھا: "جس طرح تم نے قرآن کو سمجھا، "تذکرہ" کی بقیہ جلدیں جلد از جلد شائع کر کے باقی مسلمانوں کو بھی سمجھاؤ۔ ورنہ قیامت کے دن ہمارا ہاتھ ہوگا اور تمہارا دامن"۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے اسے داخلِ نصاب کرنے کی درخواست کی تو علامہ صاحب نے جواب دیا "میں تذکرہ کو سعدی کی گلستان بوستان نہیں بنانا چاہتا"۔ ایک انگریز پروفیسر نے لکھا: "میں قرآن کو نا قابلِ توجہ اور بیکن کی کتاب "نووم آرگینم" کو دنیا کی سب سے بڑی کتاب مانتا تھا، لیکن اب "قرآن" کو سب سے بڑی آسمانی کتاب اور "تذکرہ" کو سب سے بڑی مذہبی کتاب مانتا ہوں"۔ "تذکرہ" نوبل پرائز کمیٹی کو پیش کیا گیا۔ کمیٹی نے علامہ صاحب کو لکھا: "تذکرہ کا کسی یورپی زبان میں ترجمہ ہونا لازمی ہے، کیونکہ اُردو زبان کمیٹی کی منظور شدہ زبان نہیں ہے۔ "تذکرہ" کے مفاہیم و مطالب کو سمجھنے کے لئے، جن کی بے حد تعریف کی گئی ہے، نوبل پرائز کمیٹی بے حد مضطرب ہے۔ اس کے جواب میں علامہ صاحب نے لکھا: "اگر وہ زبان جس کو دنیا کے کروڑوں انسان بولتے ہیں، آپ کی کمیٹی تسلیم شدہ زبان نہیں مانتی، تو میں اس کتاب کو کسی یورپی زبان میں ترجمہ کرانا گوارا نہیں کرتا"۔

"تذکرہ" کے مفاہیم و مطالب کیا ہیں؟ یہ جاننے اور بتانے کے لئے میں نے اپنی تحریر پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ مدیر محترم نے گھنٹی بجا دی ہے۔ وقت تو ختم نہیں ہوا، مقررہ جگہ ختم ہوگئی ہے۔ چلتے چلتے یہ بتانا ضروری ہے کہ تین جلدوں پر مشتمل "تذکرہ" "التذکرہ پبلی کیشنز" 34 ذیلدار روڈ اچھرہ لاہور نے شائع کیا ہے۔ (تبصرہ نگار: سید قاسم محمود)

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس
اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس
جسے ملا یہ متاعِ گراں بہا اُس کو
نہ سیم و زر سے محبت ہے نے غمِ افلاس

مسلم اُمّہ: خبروں کے آئینے میں

افغانستان

افغانستان کے وزیرِ خارجہ عبداللہ عبداللہ نے اسلامی ممالک میں قائم افغان سفارت خانوں کو "خصوصی ہدایت" دی ہے کہ تبلیغی جماعت کے ارکان کو افغانستان آنے کے لئے ویزا نہ جاری کیا جائے۔ یہ پابندی "سیکورٹی" کی بنیاد پر عائد کی گئی ہے کیونکہ تبلیغی جماعت کے ارکان دور دراز علاقوں میں جا کر تبلیغ کرتے ہیں اور افغانستان کی صورتِ حال کے پیشِ نظر انہیں تحفظ فراہم کرنا حکومتِ افغانستان کے لئے ممکن نہیں۔ تبلیغی جماعت کے مقامی (رائے ونڈ) امیر حاجی عبدالوہاب کے ذرائع نے کہا ہے کہ تبلیغی جماعت کو ایسی پابندیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ اللہ کا کام ہے اور ہر حال میں ہوتا رہے گا۔

☆☆☆

امریکی صدر بش نے "افغانستان فریڈم سپورٹ ایکٹ" پر دستخط کر دیئے ہیں، جس کے تحت اگلے چار برسوں میں امریکا افغانستان کو تین ارب تیس کروڑ ڈالر کی اقتصادی امداد دے گا۔ اُدھر افغانستان میں مقیم امریکی فوج نے تعمیرِ نو اور امدادی سرگرمیوں اور کاموں میں بھی حصہ لینا شروع کر دیا ہے، لیکن افغان اداروں نے امدادی کاموں میں امریکی فوج کی مداخلت پر شدید احتجاج کرتے ہوئے امریکی امدادی سرگرمیوں کو "سیکیورٹی رسک" قرار دیا ہے۔ امریکی فوج کے ترجمان نے بتایا کہ 70 ماہر افسروں پر مشتمل ایک ٹیم بنائی گئی ہے۔ اس ٹیم میں انجینئر اور ڈاکٹر شامل ہیں۔ یہ ٹیم امدادی سرگرمیوں کو یقینی بنانے کے لئے سب سے پہلے گھروں کی تلاشی لے گی، تلاشی کے بعد غیر سرکاری تنظیمیں ان گھروں کو امداد فراہم کریں گے۔ اس کے برعکس افغان امدادی اداروں کا کہنا ہے کہ امریکی فوج کے اس اقدام کا امدادی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ وہ امدادی سرگرمیوں کی آڑ میں القاعدہ کے خلاف آپریشن اور کارکنوں کی تلاشی کے لئے گھروں میں تلاشی لے گی، جس سے سکیورٹی رسک پیدا ہوگا۔

☆☆☆

پاکستان کے کمشنر برائے افغان مہاجرین نے بتایا ہے کہ پاکستان سے افغان مہاجرین کی وطن واپسی کا سلسلہ جاری ہے اور اب بھی پاکستان میں تیس لاکھ مہاجرین رہ رہے ہیں اور آئندہ تین برسوں میں افغانوں کی واپسی کا سلسلہ مکمل ہو جائے گا۔

انڈونیشیا

"دی انٹرنیشنل ریسرچ کرائسز گروپ" نے اپنی حالیہ رپورٹ پر انڈونیشیا کی جامعہ اسلامیہ کو دہشت گرد تنظیم قرار دیا ہے۔ رپورٹ میں جامعہ پر الزام لگایا گیا ہے کہ 1999ء سے آج تک جامعہ نے بالی بم دھماکا سمیت 50 بم دھماکے کئے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بم دھماکوں کی تفتیش اور سدباب کے لئے بین الاقوامی مدد لی جائے۔ دوسری طرف بالی بم دھماکے میں ملوث روشنہ نے اپنے وکیل کے ذریعے صحتِ جرم سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عدالت میں اپنا دفاع کرے گا۔ اُسے 12 فروری تک ریمانڈ پر بھیج دیا گیا۔ 12 اکتوبر کو بالی دھماکوں کے بعد اُسے 18 نومبر کو گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ جامعہ اسلامیہ کے روحانی رہنما ابوبکر بشیر کا پیروکار ہے۔

ایران

"عراق کے بعد ایران کے بعد پاکستان" کے امریکی سامراجی منصوبے کے عین مطابق امریکا نے ایران پر دو بڑے ایٹمی بجلی گھروں کی تنصیب کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ ان ایٹمی بجلی گھروں کی تصاویر امریکی مواصلاتی سیارے سے ستمبر میں حاصل کی گئی تھیں۔ ان بجلی گھروں میں بھاری پانی تیار ہو سکتا ہے، لیکن ایران معائنے کی اجازت نہیں دے رہا۔ امریکا کے الزام کے دوسرے ہی دن ایرانی وزیرِ خارجہ کمال خرازی کی جانب سے ایٹمی توانائی بین الاقوامی ایجنسی کو ان دو ایٹمی تنصیبات کے معائنے کی باضابطہ دعوت دے دی گئی ہے، جن کے بارے میں امریکا کا دعویٰ ہے کہ انہیں ایران نے اپنے ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے پروگرام کو چھپانے کے لئے خفیہ طور پر تعمیر کیا ہے۔ وزیرِ خارجہ نے اعلان کیا ہے کہ ایران ایٹمی ہتھیار تیار کرنے کا کوئی منصوبہ نہیں رکھتا۔ ایران کی تمام کوششیں ایٹمی توانائی کے پُرامن مقاصد کے لئے ہیں۔ ایران کی سائنسی سرگرمیاں مکمل طور پر شفاف ہیں۔ کوئی ایٹمی سرگرمی خفیہ نہیں ہے اور نہ ہی مشکوک ہے۔ یہ دونوں ایٹمی تنصیبات ایٹمی بجلی پیدا کرنے والے پلانٹوں کے لئے درکار ایندھن کی تیاری کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اِدھر امریکی محکمہ خارجہ نے 14 دسمبر کے اعلامیہ میں دعویٰ کیا ہے کہ تیل کی دولت سے مالا مال ایران کے پاس توانائی کے حصول کے لئے اتنے زیادہ وسائل ہیں کہ اسے انتہائی مہنگی ایٹمی بجلی پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایران جتنی ایٹمی بجلی پیدا کرنا چاہتا ہے، اُس سے کہیں زیادہ فالتو تیل اسے جلا کر ضائع کرنا پڑتا ہے۔ اقوامِ متحدہ نے اعلان کیا ہے کہ اُس کی معائنہ ٹیم فروری 2003ء میں ایران کی نئی ایٹمی سائٹس کا معائنہ کرے گی۔

بنگلہ دیش

1973ء میں اندرا گاندھی اور مجیب الرحمٰن کے مابین معاہدہ ہوا تھا، جس کے تحت طے پایا تھا کہ دونوں ملک سروے اور مذاکرات کے ذریعے بنگلہ دیش کے سرحدی 162 محصور علاقوں کی حد بندی کر لی جائے گی، لیکن اس پر ابھی تک عمل درآمد نہیں ہوا۔ ان علاقوں کا رقبہ 24 ہزار 268 ایکڑ ہے۔ ان میں 111 علاقے بنگلہ دیش کی حد کے اندر ہیں، جن کا رقبہ 17 ہزار 158 ایکڑ ہے، جبکہ سات ہزار ایکڑ سے زیادہ رقبہ بھارت کی حدود میں ہے۔ ان علاقوں کے علاوہ پانچ ہزار 545 ایکڑ کا تنازعہ الگ چل رہا ہے۔ ان علاقوں کے تنازعے کی وجہ سے دونوں ملکوں میں تصادم بھی ہوتا رہتا ہے۔ بنگلہ دیش کو چار ہزار 510 کلومیٹر کی طویل سرحد پر سکیورٹی کا سنگین مسئلہ درپیش ہے۔ بنگلہ دیش رنگلو کے علاقے بھارت کے زیرِ قبضہ علاقے کوچ بہار میں، جبکہ بھارتی علاقے بنگلہ دیش کے ضلع رنگ پور میں ہیں۔ ان علاقوں کے لوگ "محصور زندگی" بسر کر رہے ہیں اور وہ آزادانہ نقل و حرکت نہیں کر سکتے۔

ترکی

ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں منعقد ہونے والے یورپی یونین کے دو روزہ اجلاس میں مشرقی یورپ کے دس نئے ممالک (قبرص، چیک جمہوریہ، ہنگری، ایسٹونیا، لیٹویا، لیتھونیا، نیو مالٹا، پولینڈ، سلواکیہ اور سلوینیا) کو یورپی یونین کا رکن بنا لیا گیا ہے۔ لیکن ترکی کو یورپی یونین میں شامل کرنے سے اس لئے انکار کر دیا گیا ہے کہ یہ مشرقی اور اسلامی ملک ہے اور اپنی اس حیثیت میں فی الحال ترکی کے لئے یورپی یونین میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ ترکی ایک عرصے سے یورپی یونین میں شامل ہونے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس خواب کی عملی تعبیر کے لئے سابق وزیرِ اعظم بلند ایجوت اور متعدد سابق وزرائے اعظم نے اسلام پسند جماعتوں کو کچلنے، لبرل ازم اختیار کرنے اور سیکولرازم کو آئینی حیثیت دینے کے باوجود یورپ نے ترکی کو ہمیشہ تشویش کی نظر سے دیکھا اور یورپی یونین میں اس کا داخلہ رکوانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ برطانیہ کے وزیرِ اعظم ٹونی بلیئر، فرانس کے سابق صدر ولیری ڈسکارڈ اور جرمن چانسلر شروڈر نے کہا ہے کہ ترکی کا یورپی یونین میں 2010ء سے پہلے شامل ہونا مشکل

مرکزی ناظم دعوت وتربیت کا دورۂ چترال

حلقہ سرحد (شمالی) کا ایک مختصر سا قافلہ مرکزی ناظم تربیت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر کی معیت میں دیر سے 17 اکتوبر کو 11 بجے چترال کے لئے روانہ ہوا۔ شام کے قریب چترال پہنچ کر ایک ہوٹل میں قیام پذیر ہوئے۔ ہوٹل کی قریبی مسجد میں بعد نماز عشاء جناب رحمت اللہ بٹر نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔

18 اکتوبر کو جامع مسجد شاہی میں جناب رحمت اللہ بٹر نے ''بندگی رب'' پر بڑا مفصل خطاب فرمایا۔ اسے قریباً 3000 حاضرین نے بڑی دلجمعی سے سنا۔ مسجد کے باہر مکتبہ بھی لگایا گیا اور تنظیم کا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ شاہی بازار کی ایک دوسری مسجد میں جناب اشرف وصی نے بھی ''بندگی رب'' پر مفصل خطاب کیا۔ یہاں بھی باہر مکتبہ لگایا گیا۔ اس مسجد میں قریباً 600 افراد موجود تھے۔ جمعہ سے فارغ ہو کر گرم چشمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بعد نماز عصر ایک مقامی مسجد میں ناظم دعوت وتربیت نے ''عبادت رب'' پر اپنے مخصوص انداز میں خطاب کیا' جسے قریباً 40 افراد نے سنا۔ آخر میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ مسجد کے قریب ایک مدرسہ میں چار حضرات سے تفصیلی ملاقات کے بعد چترال کے لئے واپسی ہوئی۔

19 اکتوبر کو نماز فجر کے بعد قریبی مسجد میں جناب گل رحمٰن نے سورۃ العصر پر درس دیا۔ حاضرین کی تعداد تقریباً 30 تھی۔ ساڑھے نو بجے چترال سے 75 کلومیٹر شمال میں واقع بونی سب ڈویژن کے لئے روانہ ہوئے اور ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچ گئے۔ بونی میں دو مساجد میں خطاب ہوئے۔ ایک مسجد میں جناب اشرف وصی نے جبکہ دوسری میں جناب رحمت اللہ بٹر نے خطاب کیا۔ وہاں سے واپس ہو کر عصر سے پہلے برنس گاؤں پہنچے۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دو بڑی مسجدوں میں پروگرام ہوئے۔ ایک میں ناظم دعوت وتربیت نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر خطاب کیا' جسے قریباً 30 حاضرین نے سنا۔ دوسری مسجد میں جناب اشرف وصی نے بھی اسی موضوع پر خطاب کیا۔ یہاں بھی 30 افراد شریک رہے۔ وہاں کے نومنتخب ایم پی اے جناب مولانا عبدالرحمٰن سے ملاقات ہوئی اور تنظیم کا تعارفی لٹریچر دیا گیا۔ چترال واپس آ کر شام کو کوغزی نامی گاؤں پہنچے۔ یہاں نماز مغرب کے بعد جناب رحمت اللہ بٹر نے قریباً 80 نمازیوں سے خطاب کیا۔ شام 6:45 بجے چترال واپس پہنچے۔ عشاء کے بعد بٹر صاحب نے آفیسرز کالونی میں جبکہ جناب اشرف وصی نے شاہی بازار کی ایک مسجد میں خطاب کیا۔ دونوں مقامات پر حاضری قریباً 50 رہی۔

20 اکتوبر کو بعد نماز فجر جناب گل رحمٰن نے ''مطالبات دین'' پر مفصل خطاب کیا۔ دس بجے ایون روانہ ہوئے۔ وہاں جماعت اسلامی کے رکن اور ناظم یونین کونسل جناب نعمت شاہ عرف مولانا ردم سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ کچھ اور احباب بھی تھے جو کہ بانی امیر جناب ڈاکٹر اسرار احمد سے بحوالہ ''میثاق'' واقف تھے۔ مختصر سی گفتگو کے دوران تنظیم کا تعارف پیش کیا گیا۔ جناب اشرف وصی نے ایک مسجد میں خطاب کیا' جہاں 35 افراد موجود تھے۔ ایک دوسرے مقام پر جناب رحمت اللہ بٹر نے 40 افراد کو خطاب کیا۔ ان خطابات کے بعد چترال کے لئے واپسی ہوئی۔ بعد نماز عصر جناب اشرف وصی نے جامع مسجد دواشیش چغودہ میں تقریر کی اور لوگوں میں لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ مغرب کے بعد جناب وصی صاحب نے ایک قریبی گاؤں مغلندی کی مسجد میں خطاب فرمایا' جہاں 70 افراد موجود تھے۔ جناب گل رحمٰن نے جنگ بازار' چترال میں ایک جامع مسجد میں خطاب کیا۔ عشاء کے بعد ہوٹل کے قریب واقع دو مسجدوں میں خطاب ہوئے۔ ایک میں جناب اشرف وصی نے جبکہ دوسری میں ناظم دعوت و تربیت نے تقریر کی۔ بعد میں تعارفی لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

21 اکتوبر کو نماز فجر کے بعد جناب بٹر صاحب نے ''فکر آخرت'' پر مفصل گفتگو کی۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر راقم اور جناب رحمت اللہ بٹر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے ایم ایس جناب ڈاکٹر نظیر احمد سے ملاقات کے لئے گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے چترال میں تنظیم کا دفتر کھولنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ناظم دعوت وتربیت نے کہا کہ اگر کچھ ساتھی دستیاب ہو جائیں تو دفتر اور دیگر لوازمات کو پورا کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد چترال سے دیر کے لئے واپسی کا سفر شروع ہوا۔ راستے میں دروش کے مقام پر نماز ظہر کے بعد ایک بڑی مسجد میں جناب رحمت اللہ بٹر نے 80 افراد کو جبکہ دوسری مسجد میں جناب اشرف وصی نے 40 افراد کو خطاب کیا۔ آخر میں جناب عبیداللہ قریشی سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔ چترال میں ہر جگہ پذیرائی ملی۔ مطالبہ کیا گیا کہ ایسے پروگرام مستقل طور پر منعقد کئے جائیں۔ (رپورٹ: سعید اللہ خان)

ہارون آباد میں شب بسری

تنظیم اسلامی کا حلقہ بہاول نگر اپنے امیر جناب منیر احمد کی سرکردگی میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے اور فرائض دینی کی ادائیگی کی حتی المقدور کوشش کر رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں قرآن اکیڈمی ہارون آباد کی مسجد جامع القرآن میں دورہ ترجمہ قرآن ہو رہا ہے' جس کی سعادت راقم الحروف اور جناب نثار احمد شفیق کو حاصل ہو رہی ہے۔

امیر حلقہ جناب منیر احمد کی تجویز کے مطابق 8 اور 9 رمضان المبارک کی درمیانی شب کو شب بسری منعقد کی گئی جس میں پورے حلقہ سے رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ ہارون آباد کے علاوہ دوسرے علاقوں سے شرکت کرنے والے افراد کی تعداد تقریباً 25 تھی جبکہ روزانہ دورہ ترجمہ قرآن میں مقامی حضرات کی حاضری اوسطاً 30 ہے۔ اس رات شب بسری میں پارہ 9 تلاوت کیا گیا' جس میں سورۃ الاعراف کے آخری حصہ' سورۃ الانفال مکمل اور سورۃ التوبہ کے ابتدائی حصہ کی مختصر تشریح وترجمہ بیان کی گئی۔ بیرون ہارون آباد کے رفقاء کے لئے افطار اور سحر کا بندوبست کیا گیا تھا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے اختتامی کلمات ادا کئے۔ دعا کے بعد تمام شرکاء اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ: ذوالفقار علی)

گجرات میں شب بسری

حلقہ گوجرانوالہ کے زیر اہتمام یہ تربیتی ودعوتی پروگرام 2 اور 3 نومبر کو مسجد تقویٰ' گجرات میں منعقد ہوا۔ نمازِ مغرب کے بعد تنظیم اسلامی گجرات کے امیر جناب احمد علی بٹ نے افتتاحی خطاب فرمایا اور حدیث مبارکہ فمن راغب عن سنتی فلیس منی کی تفصیل بیان کی۔ ان کے بعد جناب عبدالرؤف نے سورۃ الکہف سے درس قرآن دیا اور قرآن مجید سے مثالیں پیش کر کے اس دنیائے فانی کی حقیقت بیان کی۔ بعد نماز عشاء جناب قاری احسان اللہ نے درس حدیث دیا اور رمضان المبارک کے حوالے سے گفتگو کی۔ پہلی نشست کا آخری پروگرام جناب پروفیسر محمد اشرف ندیم کے بیان پر مبنی تھا' جس میں نماز تہجد کی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔

صبح چار بجے جب راقم کی آنکھ کھلی تو کچھ رفقاء بارگاہ الٰہی میں کھڑے تھے جبکہ کچھ وضو میں مصروف تھے۔ جو محوِ خواب تھے' انہیں جگا دیا گیا۔ بعد نماز فجر راقم نے سورۃ القیامۃ کا درس دیا۔ نمازِ اشراق کے بعد ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کے حوالے سے ہر مبتدی رفیق نے کم از کم پانچ منٹ تقریر کی۔ اس پروگرام میں جناب حافظ محمد زبیر' جناب محمد مشتاق' جناب محمد عابد شاہد اور جناب پروفیسر مبشر نے حصہ لیا۔ ناشتہ کے بعد تیسری نشست کا آغاز ہوا۔ ناظمِ مالیات جناب محمد یوسف بٹ نے جنوری سے ستمبر تک کی مالی رپورٹ پیش کی۔ راقم نے نظریاتی تجزیہ پیش کیا اور حلقہ گوجرانوالہ کے ناظم جناب شاہد رضا کو دعوت خطاب دی۔ انہوں نے سورۃ الاعلیٰ کی آخری آیات کے حوالے سے گفتگو شروع ہی کی تھی کہ امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید اور مرکزی نائب ناظم تربیت جناب شاہد اسلم تشریف لے آئے۔ حالات حاضرہ پر تبصرہ تنظیم اسلامی سیالکوٹ کے امیر جناب عادل قریشی کے ذمہ تھا۔ چائے کے وقفہ کے بعد امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید نے سورۃ الفرقان اور سورۃ الملک کے حوالہ سے گفتگو شروع کی۔ انہوں نے فرمایا کہ اس دجالی فتنہ کے دور میں نظامِ خلافت کی بات کرنا ابلیسی قوتوں کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔ مستشرقین اور ابلیسی ذہن اپنی پوری قوت سے حملہ آور ہے۔ اس وقت پوری دنیا ''سب سے بڑے تین شیطان: امریکہ' اسرائیل اور ہندوستان'' کی آلہ کار بنی ہوئی ہے۔ افغانستان میں شرع پیغمبر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا گیا اور پوری کرہ ارضی پر نیو ورلڈ آرڈر کا ڈنکا بج رہا ہے۔ بہرحال اللہ بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ کون ہیں میرے بندے جو غائب میں رہتے ہوئے میری وفاداری کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ امیر محترم نے فرائض دینی کے جامع تصور کو اجمالاً بیان کیا اور ''کرنے کا اصل کام'' پر روشنی ڈالی۔

(باقی مقابل کے صفحہ پر)

due to the fact that God has the real knowledge of all things seen and unseen and man knows not the unseen. Hence, man knows not what is beneficial and what is harmful for him. In addition, evolution of one's faith in God brings him to a point where he begins to hand over all his matters to God and is satisfied and contented with whatever befalls him, for he sees everything as the Divine Will.

Summary of Friday Sermon
November 29, 2002
Speaker: Dr. Israr Ahmed
Venue: Masjid Dar al-Islam, Bagh-e-Jinnah Lahore

اقامتِ دین کی جدوجہد میں حصہ لے کر ہی ہم اجتماعی سطح پر اللہ کی پکڑ سے بچ سکتے ہیں

تکبیرِ رب کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کا حکم سربلند رہے

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے 6 دسمبر 2002ء کے خطاب عید الفطر کی تلخیص

ارشادِ ربانی ہے: ''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو ہدایت ہے تمام لوگوں کے واسطے، جس میں دلیلیں ہیں لوگوں کے راہ پانے کی اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کی۔ پس تم میں جو شخص اس مہینہ کو پالے تو اس پر لازم ہے کہ پورا مہینہ روزے رکھے۔ ہاں اگر کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر سکتا ہے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ چاہتا ہے سختی کا نہیں اور تاکہ تم مہینہ بھر کے دنوں کی گنتی پوری کر لو۔ تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اُس نے تم کو ہدایت دی اور تاکہ تم شکرگزار بنو''۔ (البقرہ: 185)

درج بالا آیۂ مبارکہ میں قرآن کو انسانوں کے لئے ہدایت قرار دیا گیا ہے۔ قرآن واقعتاً ایک مکمل اور جامع راہ نمائی ہے۔ یہ راہ نمائی ماہِ رمضان میں نازل ہوئی اور اس ماہ کا تقاضا ہے کہ مسلمان اس میں روزے رکھیں۔ اس ماہ کے روزے اس لئے ہیں کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ اُس نے قرآن نازل کیا۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے تاکہ تم اُس کی بڑائی بیان کرو۔ تکبیرِ رب کا مطلب کیا ہے؟ تکبیر کا مطلب ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اللہ کی بڑائی قائم کی جائے۔ اللہ کی بڑائی پارلیمنٹ میں اس طرح ہوگی کہ کوئی قانون الہامی ضابطے کے خلاف نہ بنایا جائے۔ عدالتوں میں کسی اسلامی قانون کو بائی پاس نہ کیا جائے۔ مارکیٹوں میں سود اور جوئے کی بنیاد پر کاروبار کا خاتمہ کر دیا جائے۔ گھروں سے غلط رسومات کو ختم کر دیا جائے جن کو خواہ مخواہ دین سمجھ لیا گیا ہے۔ تکبیرِ رب کا قرآنی مفہوم یہی ہے کہ اللہ کی بات ہر جگہ سربلند رہے۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ انسان پر اللہ کی سب سے بڑی رحمت ''نعمت ہدایت'' ہے کیونکہ اگر کسی کے پاس ہدایت ہے تو اُس کی تمام صلاحیتیں اچھے مقاصد پر صرف ہوں گی۔ اس کے برعکس ہدایت کے بغیر تمام تر توانائی غلط اور بُرے کاموں میں لگے گی۔ لہٰذا ''ہدایت'' انسان کے لئے عظیم ترین نعمت ہے اور سب سے بڑی راہ نمائی خود قرآن ہے جسے الہدیٰ (ہدایت) کہا گیا ہے۔ قرآن پاک کے ہمارے اوپر دو گونہ فرائض ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی۔ انفرادی سطح پر پانچ فرائض یہ ہیں جنہیں ہر مسلمان کے لئے اُس کی استطاعت کے مطابق پورا کرنا لازم ہے:

1۔ قرآن کی صداقت پر ایمان
2۔ روزانہ کی باقاعدہ تلاوت
3۔ اسے سمجھنا۔
4۔ اس پر عمل کرنا۔
5۔ اس کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانا

اجتماعی سطح پر مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات پر اپنا نظام ترتیب دیں۔ اس اجتماعی مقصد کے پورا کرنے میں غفلت کے نتیجہ میں اجتماعی سزا ملے گی۔ بوسنیا، چیچنیا اور کشمیر کے مسلمانوں پر عالم کفر کے مظالم، خلیج کی جنگ اور پوری مسلمان دنیا کے خلاف مغربی دہشت گردوں کی ظالمانہ کارروائیاں اس اجتماعی ذمہ داری سے اعراض کے باعث ہمارے اوپر اللہ کی طرف سے سزا ہی کی مثالیں ہیں۔ ہم سے پہلے یہود و نصاریٰ پر اسی لئے لعنت کی گئی کہ وہ اپنی اپنی الہامی کتاب پر عمل کرنے اور اُن کی تعلیمات پر مبنی اجتماعی ناظم قائم کرنے میں ناکام رہے۔ جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے:

''اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس کوئی بنیاد نہیں جب تک تم تورات اور انجیل کے مطابق نظام قائم نہ کرو جو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کی گئیں''۔ (المائدہ: 68)

بعینہٖ مسلم امہ بالعموم اور ہم پاکستانی بالخصوص اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کو قائم نہ کرنے کے مجرم ہیں۔ پاکستان بنیادی طور پر اسی وجہ سے حاصل کیا گیا تھا کہ پاکستان کے مسلمان یہاں مکمل طور پر اسلامی نظام قائم کریں اور پوری دنیا کے سامنے ایک مثالی ریاست کا نمونہ پیش کر سکیں۔ چونکہ پاکستان کے مسلمان اس سلسلہ میں بُری طرح ناکام رہے ہیں لہٰذا عذاب خداوندی کے مستحق بن گئے ہیں۔ اللہ کی سزا سے بچنے کے لئے ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ نظام اسلامی کے قیام کی جدوجہد میں حصہ لے اور اپنی صلاحیتیں، دولت اور اولاد کو اس اہم ترین مقصد کے حصول کے میں کھپا دے۔ یہ جدوجہد ہی وہ واحد راستہ جس کے ذریعے ہم قرآن کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔

بقیہ: گجرات میں شب بسری

ان کا خطاب دوپہر پونے بارہ بجے ختم ہوا۔ شرکاء پروگرام کی تعداد 60 سے زائد تھی۔ آخر میں دو گروپ تشکیل دیئے گئے۔ اول مبتدی رفقاء نے اور پھر ملتزم رفقاء نے امیر محترم جناب حافظ عاکف سعید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ طویل دعا کے ساتھ ہی پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔ (رپورٹ: خادم حسین)

اسرہ ماڈل ٹاؤن ہمک، اسلام آباد کا دعوتی پروگرام

''قرآن اور رمضان'' کے موضوع پر یہ دعوتی پروگرام 13 اکتوبر کو بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ نقیب اسرہ نے پروگرام کے موضوع اور مقصدیت کو واضح کیا۔ اس کے بعد حلقہ پنجاب (شمالی) کے ناظم جناب خالد محمود عباسی کو خطاب کی دعوت دی

ناظم حلقہ نے احباب کے سامنے ایک حدیث بیان کی جسے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن روزہ اور قرآن دونوں بندے کی سفارش کریں گے اور ان دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول کی جائے گی۔'' گویا اس حدیث سے رمضان کا پورا پروگرام سامنے آ جاتا ہے اور وہ ہے: دن کا صیام اور رات کا قیام بالقرآن۔

ناظم حلقہ نے بتایا کہ انسان کا ایک حیوانی وجود ہے اور دوسرا روحانی وجود۔ حیوانی وجود کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے اور اس کی غذا بھی مٹی سے حاصل ہوتی ہے جبکہ روح کی تخلیق آسمانوں پر ہوئی ہے لہٰذا اس کی غذا بھی آسمان سے نازل کی گئی۔ ہے اور وہ ہے قرآن پاک۔ رمضان کا یہ سالانہ پروگرام ہمارے حیوانی وجود کو کمزور کر کے روح کو توانا اور بیدار کرتا ہے۔ پروگرام کے آخر میں سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ (رپورٹ: محمد ریاض)

THE REALITY OF SUPPLICATION

***"And when My servants ask you concerning Me
I am indeed close (to them)
I answer the call of the suppliant when he supplicates to me:
Therefore, let them also, with a will, listen to My Call,
And believe in Me,
So that they may be rightly guided." [al-Qur'an 2:186]***

Exploitation of the Masses

It has been a question since time immemorial as to how does one communicate with God? And since time immemorial, religious masses have not only been misled but exploited by the answers given by religious authorities with ulterior motives. Religious masses have been told throughout the ages that in order to communicate with God they need an intermediary to invoke Him on their behalf. They were told that God was far from their reach and does not pay heed to sinners. For this reason, a pantheon of intermediaries has been established in all religions. Hence, to call upon God and have their grievances heard, the masses had to make some contribution to the intermediaries, whether they be priests, pastors, pundits, or peers, etc. Thus, in this way, the worst exploitation in the name of religion was carried out.
Against this background, it is of revolutionary significance that Islam shattered all concepts of intermediaries (the self-forged contention of peers not withstanding) between God and man. Islam teaches that a person must call directly upon God and God alone. There are no curtains and hindrances between him and his Creator. Qur'an asserts the nearness of God to his creation as mentioned in the above quoted passage. Furthermore, the Qur'an identifies the extent of this closeness in the following words:
"We are closer to him than his jugular vein." [al-Qur'an 50:16]

Conditions for Acceptance of Supplications

Whereas Islam teaches direct supplication to God, however, the acceptance of supplication is contingent upon certain factors. First two factors are mentioned in the initially quoted passage. First of these is a strong faith in God. Obviously, without strong faith the question of calling upon God never arises. Strong faith in God demands that one must believe that He (swt) knows all, sees all, hears all, and has power over all things and know that no one can provide you what He withholds and no one can withhold from you what He decides to provide. Second is the requirement that in order for God to answer the call of the believer, the believer must reciprocate by answering the call of God. Third and final factor is the righteous deeds of a person. Prophet (saw) is known to have mentioned that one should invoke God on the basis of his righteous deeds. The lack of such deeds is precisely the reason why we do not directly call on God. For we know that our actions are not pure and, in addition, we have no intentions of purifying ourselves in the future by giving up our sinful deeds. Hence, we seek intermediaries (peers, divines, and dead spirits, etc.) to invoke God on our behalf.

Du'a* And *'Ibadah

In a Hadith, the Prophet (saw) has equated *Du'a* (supplication) with *'Ibadah* (worship) and in another Hadith he has identified *Du'a* as the essense of *'Ibadah*. These sayings of the Prophet (saw) are supported by the Qur'anic text:

*"And your Lord said: 'Call upon Me; I will answer you.
But those who are too arrogant to do My worship,
Will surely find themselves humiliated in Hell.'" [al-Qur'an 50:16]*

Note that this passage also equates supplication and worship. For worship also employs invoking God and communication with Him (swt). It is for this reason that Iqbal stated that during supplication *Ana-e-Kabeer* (the Ultimate Ego, i.e. God) turns its attention towards and communicates with *Ana-e-Sagheer* (the finite ego, i.e. man). It is in this connection that prayer in Islam becomes the essence of worship. For turning toward God as a seeker and a suppliant necessitates that one must believe Him to be All-Knowing, All-Seeing, All-Hearing and All-Powerful. This is the essential "...Meaning of Prayer in Islam".

Climactic Stage in Regard to Supplication

As the depth of one's faith in and gnosis of God increases from one stage to another, the extent of what one seeks from God decreases. This process reaches its climax at a stage when the believer seeks nothing from God except guidance (*Hidaaya*) and steadfastness (*Istiqaamah*) in this life and protection from the Fire (*Istighfaar*) in the next life. This is